www.urducouncil.nic.in

اکتوبر 2020، قیمت :- ₹10

ماهنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

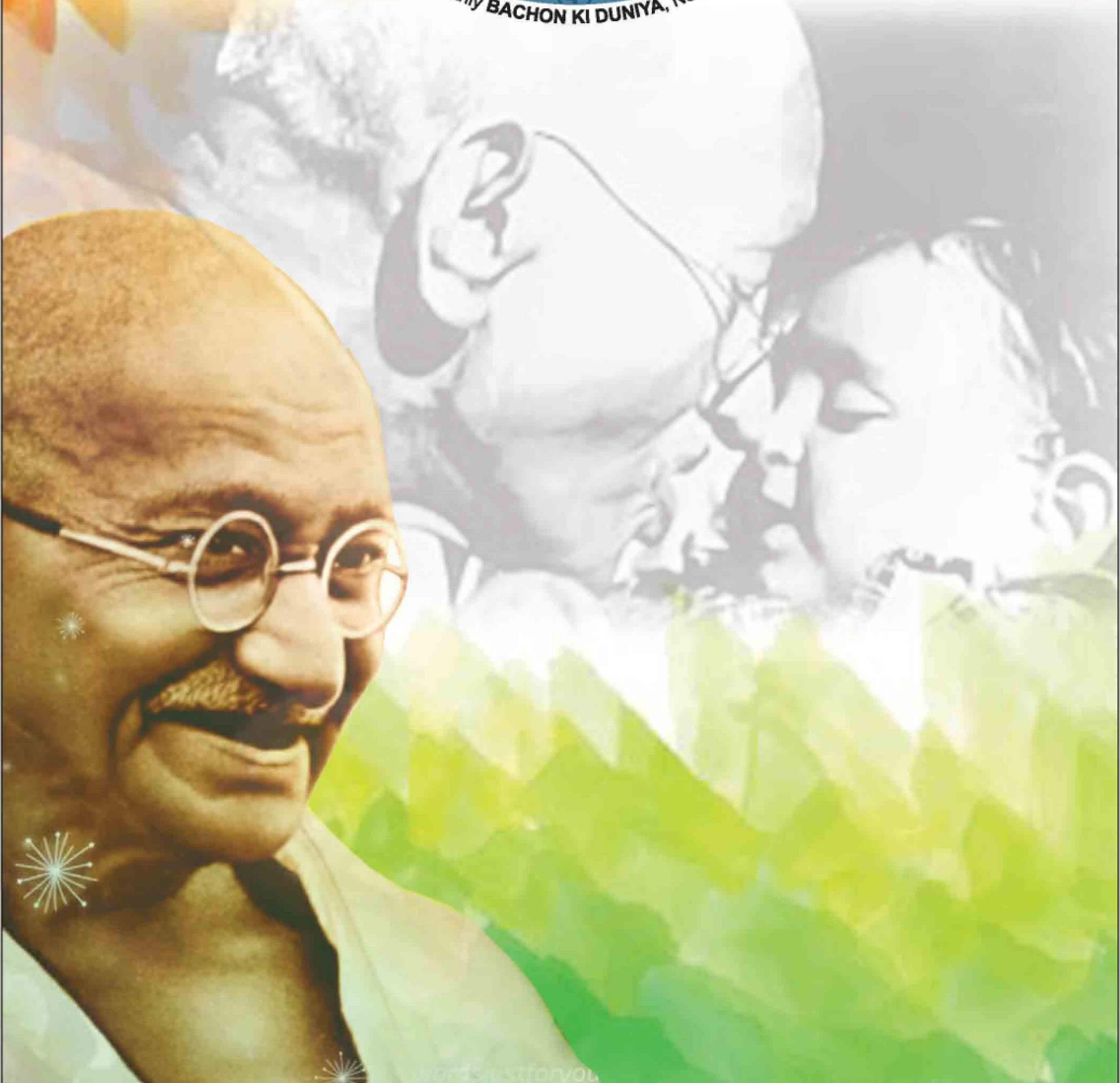

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

اس شمارے میں

مدیر کا خط 04

بڑوں کی باتیں — ڈاک خانہ 05

مضامین

ناپسندیدہ چوہا — ایم اے کنول جعفری 06

غذائیت سے پُر کیوی پھل — نفیس بانو ہاشمی 10

گول مٹول جانور — اقرار انصاری 12

والدین کی عزت و خدمت — رازدان شاہد 15

بچوں کے بڑے ادیب

بچوں کے پریم چند — محمد اسرار 18

ڈراما

مدہوش — ندیم غوری 20

نظمیں

ایسا دیش بنائیں گے — نذیر فتح پوری 24

11 اکتوبر بچیوں کا عالمی دن — انصار احمد 25

باپو — عبدالرزاق دل 26

سر سید — یوسف رامپوری 27

کسان — اشتیاق احمد راشد 27

بات کرو نہ مجھ سے ٹیڈی — فہیم احمد 28

سائنس — شمیم اختر 28

میرا چھوٹا بھائی — عبدالمنان صمدی 29

فوٹو کاپی مشین — سعید اختر اعظمی 29

صحتِ اطفال

بچے کی صحت — ستیہ گپتا، مترجم : شمیم نکہت 30

زبان شناسی

متضاد الفاظ/ واحد جمع — ادارہ 32

کہانیاں

سزا — نصرت شمسی 33

بچہ اور بادام کا پیڑ — سلیم خان 38

گنبد کا جادو — رحیم رضا 41

اصلاح — محمد اسلم تنویر 44

چور — روشن حیات 47

گلو — محمد نعمان احمد 49

فرمانبرداری... — استوتی اگروال 51

اردو کا جادو

اردو زبان کا جادو — ادارہ 53

قسط وار ناول

آدتیہ سمندری لڑکا — انیتا سرن 54

کہکشاں

چمن چمن کے پھول 60

ننھے فنکار

بچوں کی پینٹنگ 62

بچوں کی دنیا

جلد 8 شمارہ:10 اکتوبر 2020

مدیر: ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

مدیر منتظم: اجمل سعید

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ تعلیم۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون:49539000

شعبہ ادارت: 49539009-11

ای میل

bachonkiduniya@ncpul.in

editor@ncpul.in

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ/100 روپے

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی - 110066

فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدر آباد -500002

فون: 040-24415194

پیارے بچو! ہندوستان دنیا کا عظیم اور خوبصورت ملک ہے۔ یہاں مختلف مذہب اور نسلوں کے لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں، ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور ایک دوسرے کے تہواروں میں شریک ہوتے ہیں۔ اسی لیے ملک کے چپہ چپہ پر ہمیں گنگا جمنی تہذیب کے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی ایسی خصوصیت ہے جس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ ہمارے ملک میں پہاڑوں، میدانوں اور دریاؤں کے حسین مناظر ہیں۔ یہاں قدیم و عالیشان عمارتیں اور مضبوط قلعے بھی ہیں جنھیں دیکھنے کے لیے دنیا بھر سے لوگ آتے ہیں اور اپنے ملک واپس جا کر ہندوستان کی خوبصورتی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

بچو! یہی وہ سرزمین ہے جس نے بہت سی ایسی ہستیوں کو بھی جنم دیا جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے ملک کے نام کو روشن کیا اور آنے والی نسلوں کے لیے ایسے نقوش چھوڑے جن پر چل کر اپنے کریئر کو روشن اور مستقبل کو تابناک بنایا جاسکتا ہے۔ ایسی عظیم ہستیوں میں سرسید احمد خاں اور مہاتما گاندھی کے نام بڑی اہمیت کے ساتھ لیے جاتے ہیں۔ سرسید 17/اکتوبر 1817 میں اور مہاتما گاندھی 2/اکتوبر 1869 میں پیدا ہوئے۔ سرسید احمد خاں نے جب آنکھیں کھولیں تو جہالت پھیلی ہوئی تھی، ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور ہندوستانیوں کے لیے آگے بڑھنے کے امکانات دور دور تک دکھائی نہ دیتے تھے۔ سرسید نے قوم و ملت کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے تعلیم کی شمع روشن کی اور یہ پیغام دیا کہ وہ تعلیم کے ذریعے ہی پسماندگی کے دائرے کو توڑ کر ترقی و کامیابی کی منزلوں کو طے کر سکتے ہیں۔ انھوں نے تعلیم کے فروغ کے لیے ایک باضابطہ کالج کی بنیاد بھی ڈالی جسے آج دنیا علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے نام سے جانتی ہے۔ ملک کی کتنی ہی نسلیں ان کے قائم کردہ کالج سے فیضیاب ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی نہ جانے کتنی نسلیں اس سے مستفید ہوتی رہیں گی۔

مہاتما گاندھی ہمارے ملک کے وہ سپوت ہیں جنھیں ملک کی موجودہ اور آنے والی نسلیں فراموش نہیں کر سکتیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انھوں نے اس راز کو جان لیا تھا کہ جب تک ملک کو انگریزوں سے آزاد نہیں کرایا جاتا، اس وقت تک ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انھوں نے ملک کو آزاد کرانے کے لیے طویل جدوجہد کی، کئی ایک تحریکیں چلائیں۔ جلسے کیے، عوام الناس کو بیدار کیا، لیکن ان کی تمام تر کوششیں پُرامن رہیں۔ انھوں نے باقاعدہ 'عدم تشدد' (Non violence) کی بنیاد ڈالی۔ گاندھی جی اور ان کے ساتھیوں کی مسلسل پرامن کوششوں کے بعد ہمارا ملک آزاد ہو گیا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پرامن آواز میں کتنی طاقت ہوتی ہے۔ گاندھی جی 'سچائی' میں بھی زبردست یقین رکھتے تھے۔ وہ سچ بولتے تھے اور چاہتے تھے کہ سب لوگ سچ بولیں۔ سچ ایک ایسی طاقت ہے جس کو زیر نہیں کیا جاسکتا۔

پیارے بچو! آپ کے لیے سرسید اور گاندھی جی کی زندگی میں بہت بڑا سبق ہے۔ اگر آپ ان کے پیغامات کو سمجھیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں تو کامیابی آپ کے قدم چومے گی اور آپ کا وجود پورے معاشرے اور ملک کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ اس لیے آپ مضبوطی کے ساتھ تعلیم، امن اور سچائی کو اختیار کر لیں۔ جہاں تک ہو سکے تعلیم حاصل کریں اور 'سچ' کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی دونوں چیزیں آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا دیں گی۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

ڈاک خانہ

ماہنامہ بچوں کی دنیا کا تازہ شمارہ (ستمبر 2020) دستیاب ہوا جس میں سابق صدر جمہوریہ ہند کو وسیم سعید نے بھر پور انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اداریے میں نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انھیں موثر طریقے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ محمد اسداللہ کی دلچسپ نظم 'اسکول بس' اور عزیز اللہ شیرانی کی 'اودے پور کی سیر' عمدہ ہے۔ حقانی القاسمی صاحب نے اپنے مضمون 'بچپن زندہ ہے' میں معروف ادیب وشاعر پروفیسر حنیف کیفی کو ان کی طفلی شاعری کے حوالے سے متعارف کرایا۔ یہ سلسلہ اچھا ہے، اسے جاری رہنا چاہیے۔ امید ہے بچوں کا یہ مقبول رسالہ اسی آب وتاب سے نکلتا رہے گا اور ادب کی خدمت انجام دے گا۔

توصیف احمد، ناگپور، مہاراشٹر

رسالہ 'بچوں کی دنیا' دراصل بچوں کا ماہنامہ ہے لیکن اس کے مشمولات سے خرد وکلاں سب کو یکساں دلچسپی ہے اور ہونی بھی چاہیے۔ تیز گام اور مصروف کام زندگی نے سب کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس طرح کے رسالے کے لیے مصروف زندگی سے تھوڑا سا وقت نکال لینا خوش بختی ہے۔ یہ رسالہ آگہی کے ساتھ ماضی نیز زمانۂ طفلی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ یہ یاد حال کی بوجھل زندگی سے کسی حد تک چھٹکارا دیتی ہے اور ماضی وبچپن کی خوشگوار ساعتوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ بقول شاعر

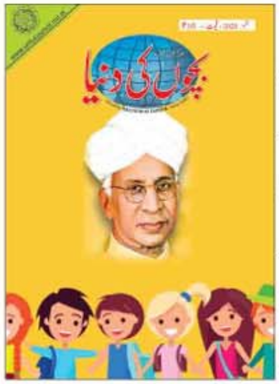

مرے دل کے کسی گوشے میں اک معصوم سا بچہ
بڑوں کی دیکھ کر دنیا بڑا ہونے سے ڈرتا ہے

مدیر محترم! جب جب رسالہ 'بچوں کی دنیا' سے سابقہ پڑتا ہے ہمارے دلوں میں چھپا بچہ جاگ جاتا ہے اور اصحاب کہف کی طرح نئی دنیا کو دیکھ کر ڈر جاتا ہے لیکن آپ کے رسالہ 'بچوں کی دنیا' سے کسی حد تک کتھارسس کے عمل سے گزر کر راحت وانبساط حاصل کرتا ہے۔ یہ الگ بات کہ بعد میں ہم پھر لوٹ کر اسی دنیا کا جز بن کر جینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، تاہم تھوڑی دیر کے لیے ضرور آلائشوں سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

رسالہ 'بچوں کی دنیا' کے مشمولات میں مضامین کا تنوع اور تخلیقات سے بچوں کے اندر ایک نئی امنگ بیدار ہوتی ہے۔ مصوری کا کالم بچوں کے اندر سنجیدگی نیز غور وفکر کی طرف مائل کرتا ہے۔ اس رسالے کی تحریروں سے بچوں کی صلاحیت و ذہن کو جلا ملتی ہے۔ بچے جب مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے اندر مشاہدے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ یہی جذبہ ان کو تحریر وتقریر کی طرف مائل کرتا ہے اور وہ ازخود کچھ تخلیق کرنے کی تمنا کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر رسالہ ہم عصر دنیا کا عکس پیش کرتا ہے جیسے سائنس وٹکنالوجی کی ایجادات وفتوحات کو محیط مضامین بھی پڑھنے کو مل جاتے ہیں جس سے نئی دنیا سے آگہی ہوتی ہے۔ جدید انکشافات سے معلومات بہم پہنچتی ہیں۔ خانگی زندگی سے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔

فردوس بانو فلاحی، M-109، گلمرگ اپارٹمنٹ، فرسٹ فلور، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی

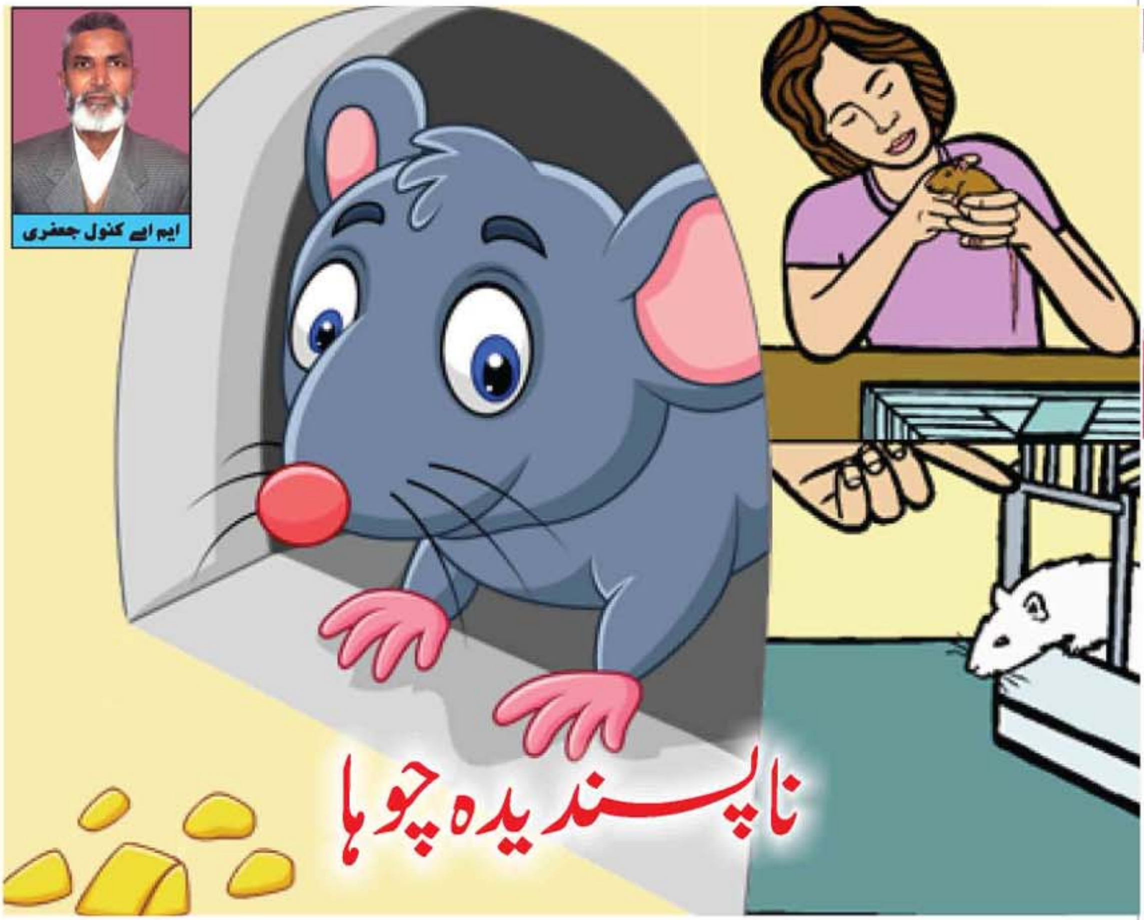

ایم اے کنول جعفری

ناپسندیدہ چوہا

چوہا، گلہری اور خرگوش اُن جانداروں میں سے ہیں، جو چیزوں کو اپنے دانتوں سے کتر کتر کر کھاتے ہیں۔ عام آدمی جہاں اپنے گھر میں چوہوں کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا، وہیں کسان کے لیے بھی چوہا پوری طرح ناپسندیدہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ اس کے ذریعہ چیزوں اور فصلوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ چوہوں کے بارِ خاطر ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھیں پکڑنے اور مارنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ ان پر قابو پانے کے لیے چوہے دان کا استعمال عام بات ہے۔ بازار میں دو قسم کے چوہے دان ملتے ہیں۔ ایک کھٹکے یا شکنجہ والا اور دوسرا بکس یا پنجرے والا۔ کھٹکے والے چوہے دان میں چوہا روٹی کے ٹکڑے کو پکڑتے ہی شکنجے کی زد میں آ کر موقع پر ہی مر جاتا ہے، جبکہ بکس والے چوہے دان میں روٹی کے لالچ میں قید ہونے والے چوہے کو پانی میں ڈبو کر مارا جاتا ہے۔ بازار میں چوہے کے پیڈ (Pad) بھی دستیاب ہیں۔ چوہا پیڈ پر چڑھتے ہی اُس سے چپک جاتا ہے۔ پیڈ پر چپکے چوہے کو پیڈ سے الگ کر کے پھینکنے سے وہ زمین پر ہی چپک جاتا ہے اور اُسے وہیں مار دیا جاتا ہے یا پھر کتّے اُسے اپنا شکار بنا لیتے ہیں۔

چوہے کھیت میں کھڑی فصل کو کتر کتر کر کھانے اور برباد کرنے میں ماہر ہیں۔ اگر چوہوں کے ذریعہ فصل کے نقصان پر قابو پا لیا جائے تو ہر برس کروڑوں روپے کے اَناج کی بربادی کو روکا جا سکتا ہے۔ عام طور پر چوہے دن کے وقت

سوراخ میں سوتے ہیں اور رات میں کھانے کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں۔ گھروں میں یہ دن میں بھی گھومتے گھامتے دکھائی دیتے ہیں۔ مادہ دودھ پلانے کے علاوہ اپنے بچوں کو ایک مہینہ تک کھلاتی ہے۔ یہ 25 دِن تک حاملہ رہ کر بچے پیدا کرتی ہے۔ بچے پیدا ہونے کے نو دِن بعداس میں پھر سے حاملہ ہونے کی طاقت بحال ہو جاتی ہے۔ نئ چوہیا بھی تین مہینے میں حاملہ ہونے کے قابل ہو جاتی ہے۔ چوہیا ایک بار میں چھ سے دَس تک بچے دیتی ہے۔ ایک مادہ ایک برس میں کئی بار حاملہ ہوکر 64 بچے تک پیدا کر سکتی ہے۔ ایک جوڑے چوہے کا خاندان ڈیڑھ سال میں دو لاکھ چوہوں کے ہدف کو چھوسکتا ہے۔

چوہوں کے اُوپری اور نچلے جبڑوں کے بیچ میں دو لمبے دانت پائے جاتے ہیں۔ یہ روزانہ دو ملی میٹر تک بڑھ جاتے ہیں۔ عام طور پر چوہا ایک برس تک زندہ رہتا ہے، لیکن کنبہ جات نظریات کے مطابق یہ پانچ سال تک جی سکتا ہے۔ غیر قدرتی ماحول میں چوہا تین برس تک زندہ رہ سکتا ہے، جبکہ تجربہ گاہوں میں ان کی عمر سات سال تک بھی پائی گئی ہے۔ چوہا پانی میں لگاتار تین دن تک تیر سکنے کے علاوہ تین منٹ تک اپنا سانس روکنے کی قوت بھی رکھتا ہے۔ یہ اُونٹ کی طرح بغیر پانی پیئے کئی دن تک زندہ رہ سکتا ہے، جبکہ ریگستان کے چوہے بغیر پانی پیئے بھی زندہ رہنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ عام لمبائی ناک سے دُم تک 7.5 سینٹی میٹر سے 10.5 سینٹی میٹر تک ہوتی ہے، لیکن چھوٹے کتے کی طرح دکھائی دینے والے دُنیا کے سب سے بڑے چوہے کی سر سے پیر تک لمبائی قریب 90 سینٹی میٹر تک پائی گئی ہے۔ حال ہی میں برطانیہ کے برمنگھم اور لیور پول میں کئی شہریوں نے اپنے گھروں میں 60 سینٹی میٹر تک لمبے چوہے پکڑے ہیں۔ کچھ چوہوں کا وزن چار کلوگرام تک پایا جاتا ہے۔ ایک چوہے کا دِل ایک منٹ میں اوسطاً 632 بار دھڑکتا ہے، جبکہ انسان کے دِل کی دھڑکن 60 سے 100 مرتبہ فی منٹ ہوتی ہے۔

سائنسی درجہ بندی میں چوہے کی سلطنت (Kingdom) - حیوانیت (Animalia)، ہم نسلی (Phylum) - زمرہ (Chordata)، نائب ہم نسلی (Sub-phylum) - ریڑھ والا (Vertebrata)، درجہ (Class) - پستانیہ (Mammalian)، طبقہ (Order) - جوندگان (Rodentia)، خاندان (Family) - قسم (Muridae)، قبیلہ (Sub-family) - ساخت (Murinae)، جنس (Genus) - چوہا (Rattus) ہے۔ دُنیا میں دودھ پلانے والے جانوروں (Mammilla) میں چوہے بڑے کنبے والے گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چوہوں کی 500 ذاتیں اور 1500 کے قریب قسمیں بتائی گئی ہیں۔ موٹے طور پر چوہوں کی اقسام کے بارے میں عوام کی الگ الگ رائے ہیں۔ دانتوں سے کترنے والے جوندگان (Rodent) میں چوہوں کو ریٹ (Rat) اور ماؤس (Mouse) نام سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی خاص سائنسی (Scientific) یا خاندانی (Genetic) فرق نہیں ہے، لیکن پھر بھی کئی چیزوں میں فرق ہے۔ ریٹ بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ ان کے کان چھوٹے اور گھنے بال والے ہوتے ہیں۔ بدن مکمل طور پر بھورا ہوتا ہے۔ دُم کا شروعاتی حصہ گھنا ہوتا ہے۔ ان کا وزن ماؤس سے زیادہ ہوتا ہے، لیکن دوڑنے کی رفتار کم ہوتی ہے۔ دوسری جانب ماؤس کام کے لیے بہت اُتاولے ہوتے ہیں۔ ان کے کان بڑے اور خرگوش کی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ کان پر معمولی بال پائے جاتے ہیں۔ بدن ہلکا بھورا اور پونچھ گھنے بالوں والی ہوتی ہے۔

ماؤس وزن کم ہونے کے سبب چوہے سے تیز دوڑ سکتا ہے۔
کچھ اہل علم چوہوں کو ناروے ریٹ (Norvegicus rat)اور رُوف ریٹ (Roof Rats) میں تقسیم کرکے سبھی چوہوں کا تعلق انہیں سے جوڑتے ہیں۔ناروے قسم کے چوہے، چھت والے چوہے کے مقابلے بڑے ہوتے ہیں۔ناروے ریٹ کی آنکھ چھوٹی، ناک موٹی اور پھیلی ہوئی، کان چھوٹے، بدن دُبلا اور وزن دار اور دُم بدن کے مقابلے چھوٹی ہوتی ہے، جبکہ رُوف ریٹ میں آنکھ بڑی، ناک پتلی اور نوکدار، کان بڑے، بدن پتلا و چھریرا اور دُم بدن کے مقابلے لمبی پائی جاتی ہے۔ کچھ لوگ انہیں کالے چوہے (Black rats) اور بھورے یا بادامی چوہے (Brown rats) کی قسم میں بانٹتے ہیں۔کالے چوہوں میں جہازی چوہے (Ship rats)، چھت کے چوہے (Roof Rats) اور گھر کے چوہے (House rats)وغیرہ شامل ہیں۔بادامی چوہوں میں مٹیالے (Grey rats)، ہلکے کالے چوہے (Light black rats)، سفید چوہے (White rats)اور بھورے یا سانولے چوہے (Brown rats) شامل کیے جاتے ہیں۔کچھ لوگوں کے مطابق چوہوں کی کئی اقسام ہیں، لیکن موٹے طور پر انہیں 40 قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ کچھ کے مطابق عام طور پر پہچانے جانے والے چوہوں میں اندھا چوہا (Nesokia indica) کھیتوں کا چوہا (Millard meltada) چھت کا چوہا (Rettus ratus) گھریلو چوہا (Mismuseplus) اور ناروے قسم کا چوہا (Rattus norvegicus)۔ گھر کا چوہا (House rat) کالا چوہا (Black rat)، سفید چوہا (White rats)، ہرنا چوہا (Spring rat)، کھیت کا چوہا (Farm rat) اور گھونس نام کا بڑا چوہا (Bandicoot) شامل ہیں۔کئی اہل علم چوہوں کو اندھا چوہا، بھورا چوہا، نرم چمڑی والا چوہا، جھاڑیوں والا چوہا، گھروں کی چوہا اور کھیتوں کا چوہا میں تقسیم کرتے ہیں۔

گھر میں پائے جانے والے چوہے عام طور پر روٹی، چاول، اناج، سبزی اور پھل سمیت ہر طرح کی کھانے پینے کی چیزوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان سے کپڑے، لحاف، گدے، کمبل، کاپی، کتابیں اور اخبار تک محفوظ نہیں ہیں۔ کترے ہوئے باریک ٹکڑوں کو یہ اپنے دانت اور پیروں کی مدد سے بلوں میں لے جاتے ہیں اور ان کا استعمال اپنے بچوں کے گدے کے طور پر بچھانے میں کرتے ہیں۔کوئی چیز کھانے کی ہو یا نہ ہو اُسے کتر ڈالنا چوہوں کی عادت ہے۔اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان کے دانت زندگی بھر بڑھتے رہتے ہیں۔سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ایک برس میں چوہے کے دانت 9 سینٹی میٹر سے 12.70 سینٹی میٹر تک بڑھ جاتے ہیں۔تیزی سے بڑھتے دانتوں پر قابو پانے کے لیے چوہے انہیں ایک دوسرے پر رگڑتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ چوہے لوہے، تانبے کے تار، لکڑی، سیمنٹ، شیشہ اور ایلومینیم جیسی سخت چیزوں کو کتر کر دانتوں کے فروغ کو قابو میں کیے رہتے ہیں۔اگر چوہے سخت چیزوں کو کاٹنے اور دانتوں کے آپس میں رگڑنے کے عمل کو ترک کر دیں، تو چوہوں کے دانت اپنے جبڑوں کے باہر نکل جائیں گے۔ایسا ہونے پر یہ نہ تو اپنا منہ بند کر پائیں گے اور نہ ہی کچھ کھا پی سکیں گے۔آخر کار مر جائیں گے۔نظر کے مقابلے چوہے کی سونگھنے کی طاقت بہت تیز ہوتی ہے۔تیل، گھی اور رفائنڈ کے تو یہ بہت شوقین ہوتے ہیں۔آبادی یا گھروں میں پائے جانے والے چوہے پرچون کی دُکان، بساط خانہ اور کنفیکشنریوں کے علاوہ میڈیکل اسٹوروں میں بھی پلاسٹک کی بوتلوں کو کاٹ کر ان میں موجود دوائی اور مریض کو چڑھائی جانے والی گلوکوز کی بوتل کے مشروب تک کو پی جاتے ہیں۔کالا چوہا بھی گھر میں پایا جاتا

ہے۔ گنجی پونچھ کا یہ چوہا عام چوہوں کے مقابلے زیادہ تیز اور چالاک ہوتا ہے۔ یہ مٹّی کے کچے فرش میں ہی اپنے بل نہیں بناتے، بلکہ سیمنٹ کے پکے فرش بھی ان کے دانتوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ عام چوہوں کے مقابلے ان کا رنگ گہرا اور سیاہی مائل ہوتا ہے۔

کھیتوں میں پائے جانے والے چوہے عام طور پر گھر میں پائے جانے والے چوہوں کے مقابلے بڑے اور کسی قدر بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان کی دُم پر گھنے بال ہوتے ہیں۔ چوہے فصل بونے کے ساتھ سے ہی اُنھیں نقصان پہنچانا شروع کردیتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق چوہے ہر برس گیہوں کی فصل کو 1.7 فیصدی، دھان کی فصل کو 1.5 فیصدی، مٹر کی فصل کو 5.9 فیصدی اور مونگ پھلی کی فصل کو 9.1 فیصدی نقصان پہنچاتے ہیں۔

کہیں کہیں روئی کے جیسے سفید چوہے بھی پائے جاتے ہیں، جو دیکھنے میں بہت خوبصورت لگتے ہیں۔ کچھ لوگ انہیں بڑے شوق سے پالتے ہیں۔ ہرنا چوہے (Spring rats) کے پچھلے پیروں کی لمبائی اگلے پیروں کی چھ گُنا ہونے کی وجہ سے یہ کنگارو کی طرح دوڑتا ہے۔ عام طور پر اس کے اگلے پیر 2.54 سینٹی میٹر اور پچھلے پیر 15.24 سینٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں، جبکہ بدن کی لمبائی 15.24 سینٹی میٹر سے 17.78 سینٹی میٹر اور دُم کی لمبائی 20.32 سینٹی میٹر کے قریب ہوتی ہے۔ پچھلے پیر لمبے ہونے کے سبب یہ 3.048 میٹر تک کی چھلانگ لگا سکتا ہے۔ ان کا رنگ پیلاہٹ لیے ہوتا ہے۔ دُم پر بالوں کا گچھا پایا جاتا ہے۔ اس طرح کے چوہے میدانوں میں بڑے بڑے بل بنا کر رہتے ہیں۔ بلوں میں کئی سُرنگ سی بنانے کے علاوہ چوڑا اور گول کمرہ جیسا بنائے رکھتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑے چوہے کو گھونس (Bandicoot) کہا جاتا ہے۔ بدن کی لmnائی قریب 25.40 سینٹی میٹر اور پونچھ کی لمبائی 30.48 سینٹی میٹر والے چوہے کا وزن 600 گرام سے بھی زائد ہوتا ہے۔ اس کی طاقت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ عام بلی اس پر حملہ کرنے سے گھبراتی ہے۔ اتنا ہی نہیں سانپ کو مار کر ٹکڑے کرنے والے نیولے سے بھی گھونس کی خوب لڑائی ہوتی ہے۔ یہ سوتے انسان کی ایڑیوں کو بھی نوچ نوچ کر کھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کئی شخص سوتے وقت اپنے پیروں کو پھندوں میں لٹکا کر زمین سے اُوپر رکھتے ہیں، تاکہ پیروں کو گھونس سے محفوظ رکھا جا سکے۔

دوسری جانب اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کے لیے چوہا جہاں ناپسندیدہ جانداروں میں سے ایک ہے، وہیں سائنس دانوں کے لیے چوہے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ قریب 200 برس قبل سائنس دانوں نے انسان میں خوراک اور آکسیجن کی کمی کی وجہ سے پڑنے والے اثرات کے مطالعہ کے لیے کیا تھا۔ تجربہ گاہوں (Laboratories) میں سب سے زیادہ تجربے چوہوں پر کیے جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ چوہے خود کو ہر جگہ کے ماحول میں ڈھال لینے کی قوت رکھتے ہیں۔ چونکہ چوہے کے دماغ کی بناوٹ اور کام کرنے کا طریقہ انسانوں جیسا ہے، اس لیے کسی ڈرگ یا دوا تیار کرنے کے بعد سائنس داں انسانوں سے پہلے چوہوں پر تجربے کرکے اس کے اثرات، نقصانات اور فوائد کی جانچ کرتے ہیں۔ چوہا ان جانوروں میں سے ایک ہے، جسے سب سے پہلے خلاء میں بھیجا گیا تھا۔ فرانس نے 1961 میں سب سے پہلا چوہا خلاء میں بھیج کر اس کارنامہ کو انجام دیا تھا۔

■

M.A. 'Kanwal' Jafri
127/2, Jama Masjid
Neendru, Tehsil Dhampur
Distt.: Bijnor - 246761 (UP)

نفیس بانو ہاشمی

غذائیت سے پُر کیوی پھل

Nutritious Kiwi

کیوی پھل ایک بھورا روئیں دار پھل ہوتا ہے جو چیکو سے ملتا جلتا ہے۔ کیوی چین کا پھل ہے جس کو Yangrao کہتے ہیں۔ بیسویں صدی میں اس پھل کو نیوزی لینڈ میں لگایا گیا تھا۔ چالیس برس کی تحقیق و محنت کے بعد 1940 میں اس سے پھل حاصل ہوئے۔ اس پھل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مزے دار غذائیت سے پُر ہونے کے سبب یہ پھل بین الاقوامی سطح پر پہنچ گیا اور کئی ممالک میں اس پھل کو تجارتی اہمیت دی گئی۔ ہندوستان میں بھی پہلی مرتبہ بنگلور کے لال باغ میں اس کی کاشت کی گئی۔ شروع میں اس پودے کو نشو و نما کے لیے رکھا گیا لیکن شملہ اور ہماچل پردیش میں NBPGR's ادارے کی مدد سے اس پودے کو کاشت کرنے کے لیے استعمال کر کے Alison نامی انواع کو حاصل کیا گیا۔ Phalgi نامی مقام پر اس کے کئی اقسام نیوزی لینڈ سے منگوا کر پیدا کیے گئے۔ 1992 میں کیوی کو کامیابی کے ساتھ اگایا گیا۔ اس وقت کیوی کے پودے اتراکھنڈ، ہماچل پردیش، سکم، اروناچل پردیش اور کیرالا میں لگائے جاتے ہیں۔ کیوی کو اس کے ذائقے، مزے اور غذائیت کی وجہ سے پسند کیا جاتا ہے۔

غذائیت

کیوی پھل میں پروٹین، ریشے اور دیگر اجزا بھی ہوتے ہیں۔ اس پھل سے گندھک کیلشیم کلورائیڈ، نائٹروجن، سوڈیم، میگنشیم، فاسفورس جیسے معدنیات، نمکیات حاصل ہوتے ہیں۔ کیوی پھل سے وٹامن C، A,B(B6, B12) جیسے قیمتی وٹامن حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں لیموں سے تین سے چار فیصد زیادہ وٹامن C ہوتے ہیں۔ نر اور مادہ کیوی پھل الگ الگ پودوں پر پیدا ہوتے ہیں۔ نر پھلوں سے Pollen زیادہ حاصل ہوتے ہیں۔ مادہ پھول کیوری درمیان میں بڑی ہوتی ہے جو لمبی نلی نما حصے میں پائی جاتی ہے اور یہ افعال Pollen پیدا نہیں کرتی۔

ہیبریڈ دوغلی نسل: Hybrid

عالمی سطح پر اس کے پچاس اقسام پائے جاتے ہیں جن میں Hayward قسم کی کیوی مشہور ہے۔ ہندوستان میں Allison, Abbott, Bruno, Bruno, Monty, Tomuri, Hayward جیسے اقسام کے کیوی پھل پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف Tomuri Kivi کو چھوڑ کر باقی تمام کیوی پھل مادہ ہوتے ہیں۔ ایک ہی نر Kivi دو مادہ کیوی کے درمیان اگتا ہے جو اثر انداز زرگل پیدا کرتا ہے۔ ہندوستان میں کیوی ہلکے اوسط تپش والے علاقوں میں اگتا ہے جو 800 سے 1500 میٹر سطح سمندر سے اونچے ہوتے ہیں۔ کیوی کو اوسطاً 150cm بارش درکار ہوتی ہے اور 7c تپش والے علاقوں میں لگایا جاتا ہے۔ اس پر کہرے (Fog) کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے۔

احتیاط و تدابیر عملِ زیرگی: Pollination

کیوی پودے کے پھول اور پتوں کو برف باری اور کہرے سے نقصان ہوتا ہے جس کو محفوظ کرنا ضروری ہے۔

ایسی زمین جس کا 5 سے pH6 ہوں گرم زمین پر نقصان پہنچتا ہے۔ ایک کیوی پودا تین سے چار سال کے درمیان میں پھلدار ہوتا ہے عمل زیرگی، حشرات، کیڑے مکوڑے اور ہوا کے ذریعے واقع ہوتا ہے۔ اسی لیے پھولوں کے وقت زہریلی ادویات کا چھڑکاؤ نہیں کرنا چاہیے۔ کیوی پھل اوسط درجۂ حرارت تپش پر 180 سے 200 دنوں میں پھل دار مغز دار بنتے ہیں۔ایک مکمل کیوی پھل دار پودا20 ٹن سے 25 ٹن تک ایک ایکٹر میں پھل دیتا ہے۔

استعمال

ایک پکا ہوا کیوی کھانے سے پہلے اس کا چھلکا نکالا جاتا ہے اور مغز کو جو چیکو نما ہوتا ہے کھایا جاتا ہے۔اس پھل کو آم کی طرح چوسا بھی جاسکتا ہے۔اس پھل کا استعمال جام بنانے، سلائڈ بنانے، شراب بنانے، ٹافی بنانے، رس نکالنے میں کیا جاتا ہے۔اس پھل میں کئی صحت یاب اور طبی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔اس پھل میں وٹامن C اور Folic Acid بہت زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے اور حاملہ عورتوں کے لیے لوہا جیسے اجزا بھی پائے جاتے ہیں۔ کیوی پھل میں خمیرActnidin نامی پایا جاتا ہے۔اس کے ریشوں سے معدے کی بیماری کو دور کیا جاتا ہے۔

طبی فائدے

کیوی کے استعمال سے خون میں گلوکوز کی مقدار نہیں بڑھتی۔ اسی لیے اس کا استعمال ذیابطیس (شکر کی بیماری) دل کے امراض کے لیے مفید ہوتا ہے۔ اس کے پھل میں مخالف ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے قوتِ مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حال کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس پھل کے استعمال سے DNA کو نقصان نہیں ہوتا ہے اور یہ تباہ نہیں ہوتے۔ کیوی پھل میں وٹامن E ہونے کی وجہ سے جلد کے خلیات کو نقصان نہیں پہنچتا اور کیوی پھل کے ٹکڑے جلد کے امراض کو روکنے میں مدد دیتے ہیں۔

Value of nutrients in Haywads Kiwi fruits (per 100 grams)

کیوی پھل میں ذیل کے اجزا پائے جاتے ہیں:

1. توانائی 61 کلوحرارے
2. لوہا0.3.1
3. پروٹین1.14 کلوگرام
4. ریشے3gm
5. کاربوہائیڈریٹ14.7grm
6. گندھک25mg
7. کیلشیم34mg
8. کلورائیڈ43mg
9. شکر9grm
10. سوڈیم3mg
11. میگنیشم17m
12. فاسفورس44mg
13. پوٹاشیم312mg
14. وٹامن A 87IU
15. وٹامن C92.7 mg
16. وٹامن E 1.46 ملی گرام
17. 0.13mg

■

Nafees Bano Hashmi
Retd. Head Misterss
Behind Seema Building
Rausham-Khan, Comer
Parbhani - 431401 (Maharashtra)

گول مٹول جانور

انصاری اقرار احمد

دنیا میں بے شمار جانور پائے جاتے ہیں۔ انھیں میں کچھ ایسے جانور بھی ہیں جو قدرتی طور پر گول شکل کے ہیں۔ چھوٹی گیند کی طرح اپنی اس شکل کی بدولت وہ ماحول میں اپنی بقا کو یقینی بناتے ہیں۔ مندرجہ ذیل ایسے ہی گول جانور ہیں جو اپنی خاص شکل کی وجہ سے معروف ہیں۔

(1) پفر مچھلی (Puffer Fish)

پفر مچھلی کو بلوفش Baloon Fish یا Bubble Fish بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مچھلی خطرہ محسوس ہونے پر اپنے لچکدار پیٹ میں پانی بھر کر گول شکل اختیار کر لیتی ہے جس سے وہ اپنی جسامت میں بڑی ہو جاتی ہے اور اسے کھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ مچھلی سمندر کے ساتھ ساتھ میٹھے پانیوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ پفر مچھلی کی 200 سے زائد اقسام ہیں۔ یہ سائز اور رنگ میں مختلف ہوتی ہیں لیکن سبھی کا دفاعی طریقہ کار مشترک ہوتا ہے۔ یہ مچھلی دیکھنے میں پیاری لگتی ہے لیکن یہ سنہری زہریلے مینڈک (Tolden Poisonous Frog) کے بعد ریڑھ کی ہڈی رکھنے والے (Vertebrates) جانداروں میں سے ہے جو دنیا کے دوسرے زہریلے جاندار ہیں۔ پفر مچھلی کے جگر، آنکھوں اور جلد میں (Tetrodotoxin) ، (TTX) نامی زہریلا مادہ ہوتا ہے جو کہ زہریلے مادے سائنائیڈ (Cynide) سے 1200 گنا زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ Tetrodotoxin ایک نیوروٹاکسن (Neurotoxin) ہے جو کہ اصلی خلیات اور پٹھوں کے کام کرنے کے لیے درکار سوڈیم چینلز (Sodium Channel) کو روکتا ہے۔ اس مچھلی کا زہر بہت زوداثر ہوتا ہے۔ اس کے زہر کے اثر سے پھیپھڑے مفلوج ہو کر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، زبان اور ہونٹ سن ہو جاتے ہیں۔ غنودگی، قے، بڑھتی ہوئی نبض کی رفتار، سانس کی تکلیف اور اعضا مفلوج ہونے جیسی تکالیف کا

سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایک بفر مچھلی میں اتناTetrodotoxin ہوتا ہے کہ 30 سے زائد لوگ اس سے مر سکتے ہیں اور اس کا کوئی تریاق(Antidote) موجود نہیں ہے۔اس کا شکار زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسے انجانے میں پکڑ لیتے ہیں۔تاہم مضر اثرات کے باوجود بفر مچھلی جاپان ور کوریا میں کھانے کے لیے پسند کی جاتی ہے۔جاپان میں اس مچھلی کو پکانے کے لیے باورچی کا لائسنس ہونا ضروری ہے۔

(2) آرماڈیلو (Armadillos)

آرماڈیلو جنوبی امریکہ میں پایا جانے والا خول پر مشتمل شب خیز (Nocturnal) ممالیہ ہے۔آرماڈیلو ہسپانوی زبان کا لفظ ہے۔اس کے معنی سخت یا بکتر بند کے ہیں۔یہ ایک کترنے والا جانور ہے جو دن کا اکثر حصہ زیر زمین گزارتا ہے۔یہ 13 انچ بڑا اور تقریباً 2 کلوگرام وزنی جانور ہے۔کسی چوہے جیسا نظر آنے والا یہ جانور خطرہ محسوس ہونے پر اپنے آپ کو گیند کی طرح گول انداز میں تبدیل کر لیتا ہے۔یہ جانور ارجنٹینا، چلی، بولیویا اور پیرائے گوئے کے جنگلات، گھاس کے میدان اور مرغزاروں میں پایا جاتا ہے۔اس جانور کی 21 اقسام ہیں جو سرخ، زرد، سرمئی اور گلابی رنگ کی ہوتی ہیں۔ان میں سب سے چھوٹا گلابی رنگ کا آرماڈیلو ہے جو صرف 9 سے 12 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔یہ اکثر دن کے 16 گھنٹے سو کر گزارتا ہے۔آرماڈیلو چونٹیوں، دیمک اور دوسرے کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔اس جاندار کی نگاہ کمزور ہوتی ہے۔یہ تیز حِس کا استعمال کر کے اپنا شکار کرتا ہے۔یہ جانور مضبوط ٹانگوں اور سامنے کے بڑے پنجوں کو یہ زمین میں گڈھا کھودنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ اپنی زبان سے سرنگوں سے چونٹیوں اور دیمکوں کا شکار کرتے ہیں۔آرماڈیلو کا جسمانی درجہ حرارت کم (33-36°C/91-97F°) ہوتا ہے۔چربی کی کمی اور (Metabolic) میٹابولک کی کم شرح کی وجہ سے یہ جاندار سردیوں سے دور رہتے ہیں۔تیز سرد موسم میں ان کی آبادی کا مکمل صفایا ہو جاتا ہے۔

(3) دریائی بچھڑے (Grey Seal)

دریائی بچھڑے کو بحرا لکاہل دریائی بچھڑا بھی کہتے ہیں۔یہ آبی حیات تنہائی کو ترجیح دیتے ہیں۔یہ صرف افزائشِ نسل کی غرض سے ہی اکٹھے ہوتے ہیں۔یہ تقریباً 10 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے سمندر میں تیر سکتے ہیں لیکن شکار کے تعاقب میں ان کی رفتار 30 کلومیٹر فی گھنٹے تک پہنچ جاتی ہے۔یہ لمبائی میں 1.5 سے 3.5 میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ یہ بھورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ مادہ کے مقابلے میں نر زیادہ گہرے رنگ کے ہوتے ہیں اور ان کے گلے میں داغ پڑے ہوتے ہیں۔اس آبی حیات کی غذا میں مختلف قسم کی چھوٹی مچھلیاں بام مچھلی،

آکٹوپس اور جھینگا مچھلی شامل ہیں۔ یہ اپنا زیادہ وقت مچھلیوں کے شکار کے لیے سمندر میں ہی گزارتے ہیں۔ غذا کو ہضم کرنے اور آرام کرنے کی غرض سے ساحل سمندر اور چٹانوں پر آتے ہیں۔ دریائی بچھڑے کی کل دنیا میں آبادی کا آدھا حصہ برطانیہ کے ساحلوں پر پایا جاتا ہے۔

(4) خار پشت (Hedgehog)

جیسا کہ نام سے ہی سمجھ میں آتا ہے اس جانور کی پشت کانٹے دار ہوتی ہے۔ یہ کانٹے Keratin سے بنے ہوتے ہیں جو اس جاندار کے چہرے، پیروں اور پیٹ کے سوا ہر جگہ ہوتے ہیں۔ یہ جانور شکاریوں سے خطرہ محسوس ہونے پر اپنے جسم کو لپیٹ کر ایک خاردار گیند کے مانند کر لیتا ہے۔ اس طرح سے یہ جسم کے کل حصوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر کانٹے نہیں ہوتے۔

یورپ، ایشیا، افریقہ اور نیوزی لینڈ میں اس جانور کی تقریباً 17 نسلیں پائی جاتی ہیں۔ یہ شب خیز (Nocturnal) جو صرف رات کو باہر نکلتے ہیں۔ یہ 14 سے 30 سینٹی میٹر لمبے ہوتے ہیں۔ ان کا وزن تقریباً 2 کلوگرام ہوتا ہے۔ ان کی غذا میں چوہے، چھپکلی، مینڈک اور سانپ شامل ہے۔ یہ کبھی کبھار دن کے وقت بھی باہر نکلتے ہیں۔ خصوصاً بارش ہونے کے بعد یہ جانور دن کا بیشتر حصہ تقریباً 18 گھنٹے جھاڑیوں، گھاسوں، چٹانوں اور گڈھوں میں سو کر گزارتا ہے۔

(5) بھورے رنگ کا اُلو

(Brown owl/tawny owl)

بھورے رنگ کے الو کا تعلق برطانیہ میں پائے جانے والے الوؤں کی سب سے عام ترین نسل سے ہے۔ اس کی اوسطاً اڑنے کی رفتار 80 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ یہ تقریباً جسمانی طور پر 40 سینٹی میٹر لمبا ہوتا ہے جبکہ اس کا پنکھ 900 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے۔ یہ اپنے نرم گداز اور گول مٹول سر کو 270° ڈگری تک گھما سکتا ہے جس سے اسے شکار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ ایک شب خیز پرندہ ہے۔ اس میں خاص سونگھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ رات میں چوہوں، کیڑے مکوڑوں اور چھوٹے رینگنے والے جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ زیادہ تر یہ دن کے وقت درختوں کے سراخوں میں آرام کرتا ہے۔

■

Ansari Iqrar Ahmad Abrar Ahmad
91, Millat Nagar
Near Bande Nawaz Masjide
Dhule - 424001 (Maharashtra)
Mob.: 9284541386

رازدان شاھد

مضمون

والدین کی عزت و خدمت

آج سماج میں کوئی کتنا بھی رتبہ حاصل کرنا چاہیے، وہ دھن، دولت اور چین وسکون کے لیے کوشش کرے یا کامیاب ہو جائے۔ اگر اس نے اپنے والدین یعنی ماں باپ کی عزت و خدمت نہیں کی تو وہ نہ تو ترقی کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی زندگی میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ ماں باپ کی عزت اور اس کی خدمت ہی دین ودنیا وآخرت کو بہتر بنا سکتی ہے۔ سبھی دھرم اور مذہب میں والدین کے حقوق سے متعلق حکم موجود ہے۔

قرآن واحادیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید آئی ہے، بندوں کے حقوق میں سب سے زیادہ حق والدین کا رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید وعبادت کے حکم دینے کے ساتھ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے تقاضوں کو صحیح طریقے سے وہی سمجھ سکتا اور ادا کرسکتا ہے جو والدین کی اطاعت وخدمت کے تقاضوں کو سمجھتا اور ادا کرتا ہے۔ جو شخص یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ دنیا میں اس کا وجود والدین کی باہم قربت کا نتیجہ اور ان کی تربیت، ان کی غایت مہربانی اور شفقت کا ثمرہ ہے۔ اس لیے مجھے ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی اور ان کی اطاعت سے سرتابی نہیں کرنی چاہیے وہ یقیناً خالق کائنات کو سمجھنے اور اس کی توحید وعبادت کے تقاضوں کی ادائیگی سے بھی قاصر رہے گا۔ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق ماں باپ ہی کا ہے۔ ماں باپ کے حق کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں جگہ جگہ ماں باپ کے حق کو اپنے حق کے ساتھ بیان کیا ہے اور اپنی شکرگزاری کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی شکرگزاری کی تاکید کی ہے۔

قرآن میں اللہ نے والدین کے سلسلے میں اہل ایمان کو چند ہدایات فرمائی ہیں:

(1) **والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو:** ماں باپ اولاد کی

پرورش میں بہت کچھ دکھ تکلیف اٹھاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے بعد ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم فرمایا ہے۔

(2) والدین کو اُف بھی نہ کہو: کہ ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو 'اُف' بھی نہ کہو۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو یا اس سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

(3) والدین کو مت جھڑکو: جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ بُرا ہے، جب اُف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کیلیے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔

(4) والدین کے ساتھ ادب سے بات کرو: یعنی ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا اچھی باتیں کرنا۔ لب و لہجے میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا، یہ سب قولاً کریماً میں داخل ہے۔

(5) والدین کے سامنے تواضع اختیار کرو: یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔

(6) والدین کے حق میں دعا کرو: ''کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اور میری پرورش کی۔'' علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ 'قُل' کے ذریعے اولاد کو حکم دیا کہ والدین کے حق میں دعا کیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد پر واجب ہے کہ وہ والدین کے حق میں دعا کریں۔ (روح البیان ص17، ج 5)

ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی بندہ والدین کے حق میں دعا نہیں کرتا تو رزق کی تنگی میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔ (روح المعانی ص75 ج15)

والدین کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے دو سزائیں دنیا میں ملتی ہیں، ایک تو یہ کے آدمی رزق سے محروم ہوجاتا ہے، رزق اس کا تنگ کردیا جاتا ہے اور دوسری سزا یہ ہے کہ اس کی اولاد نافرمان اور باغی بن جاتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے طواف کرا رہا تھا۔ اس نے حضور اقدسؐ سے عرض کیا کہ کیا میں نے اس طرح خدمت کرکے اپنی والدہ کا

حق ادا کر دیا؟ آپ ؐ نے فرمایا :ایک سانس کا حق بھی ادانہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشادفرمایا: چار بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔(صحیح بخاری)

(1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔

(2) والدین کی نافرمانی کرنا۔

(3) کسی جان کو قتل کرنا (جس کا قتل کرنا قاتل کیلیے شرعاً حلال نہ ہو)۔

(4) جھوٹی قسم کھانا۔

نبی اکرمؐ نے ارشادفرمایا کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے۔

نبی اکرمؐ نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سات قسم کے لوگوں پر لعنت کرتا ہے،ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جس نے والدین کی نافرمانی کی۔(الترغیب والترہیب ص225،ج3)

والدین کی خدمت کے دنیاوی فوائد:

(1) عمر اور رزق میں برکت۔ (2) اولاد فرمانبردار ہوگی۔ (3) مصیبت سے نجات ملتی ہے۔ (4) والدہ کی خدمت کی وجہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشادفرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا:

(1) والدین کی نافرمانی کرنے والا۔ (2) احسان جتلانے والا۔(3) تقدیر کوجھٹلانے والا۔(ترمذی)

والدین کی نافرمانی کی چندصورتیں:

(1) والدین کورُلانا۔(2) والدین کوتیز نگاہ سے دیکھنا۔ (3) والد کے آگے بلاضرورت چلنا۔(4) والدین کا نام لے کر پکارنا۔ (5) والدین کو غم پہنچانا۔ (6) والدین کے خلاف عدالت میں مقدمہ پیش کرنا۔(7) والدین کے ساتھ جھڑک کر بات کرنا۔

یہ تمام صورتیں والدین کی نافرمانی میں شامل ہیں۔

والدین کے دس حقوق: (1) کھانا کھلانا۔ (2) خدمت کرنا۔ (3) کپڑا پہنانا۔ (4) نرم بات کرنا۔(5) جب وہ بلائیں تو فوراًحاضر ہونا۔ (6) بلاضرورت آگے نہ چلنا۔(7) نام لے کر نہ پکارنا۔ (8) ان کے لیے دعائیں کرتے رہنا۔(9) ان کے لیے وہ پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کریں۔(10) جب کوئی حکم دیں تو اس کو پورا کرنا لیکن شرط ہے کہ گناہ کا حکم نہ دیں۔

قرآن واحادیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کو یہ پتا چھالتا ہے کہ اگر ہم نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا تو یاد رکھئے ہماری اولاد بھی ہمارے ساتھ حسن سلوک کرے گی۔اس لیے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے والدین کے کسی حق میں، جانی خدمت میں، ملی خدمت میں ،عزت میں،احترام میں ،کسی جگہ کوئی کوتاہی تو نہیں کررہے ہیں،اگرکوتاہی کررہے ہیں تو آج اورابھی سے ہی فرمانبرداری کا ہم عزم کریں اور گزشتہ زندگی پر توبہ کریں،اللہ تبارک وتعالیٰ بخشنے والامہربان ہے۔

”عطا کر ہمارے ماں باپ کوعمرِ درازاے اللہ!
کہ ان کی دعاؤں کے بنا زندگی ادھوری ہے۔“

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی والدین کا فرمانبردار بنائے اور قولاً کریماً پرعمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے،آمین!

■

Razdan Shahid
Abgila
Gaya - (Bihar)
Mob.: 8507583990

بچوں کے پریم چند

محمد اسرار

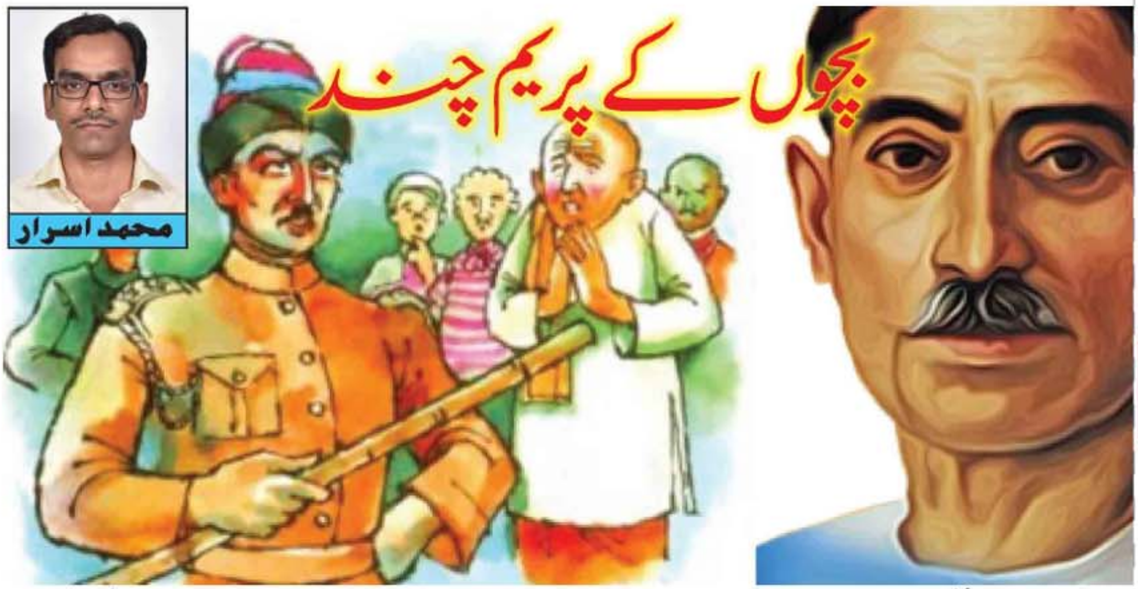

پیارے بچو! منشی پریم چند اردو زبان کے ایک اہم ادیب تھے۔ ان کی تحریریں سادہ، سلیس نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ وہ نہایت ہی آسان زبان میں لکھتے تھے۔ ان کی تحریر سے بہت سارے نثر نگار متاثر ہوئے ہیں۔ وہ بنارس کے قریب ایک گاؤں میں 31 جولائی 1880 کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد سرکاری ملازم تھے۔ انھیں معمولی تنخواہ ملا کرتی تھی۔ منشی پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ کچھ عرصہ تک انھوں نے نواب رائے کے قلمی نام سے بھی لکھا لیکن آخر کار منشی پریم چند نام اختیار کیا اور انھیں اسی نام سے شہرت ملی۔ پریم چند کے والد کا نام عجائب لال تھا۔

منشی چند ایک سچے وطن پرست شخص تھے۔ وہ خود بھی سرکاری ملازم تھے۔ لیکن جب ان کی کتاب 'سوزِ وطن' شائع ہوئی تو انگریز افسران نے اس کے متعلق ان سے سوال کیا۔ حالانکہ اس کتاب میں کوئی بات نہیں تھی جو حکومت کے خلاف ہو۔ یہ ان کے افسانوں کا مجموعہ تھا۔ انگریز افسران کے سوالات سے پریم چند کو تکلیف ہوئی۔ انھوں نے بہتر سمجھا کہ وطن اور شوق کی خاطر ملازمت چھوڑ دی جائے اور پھر استعفیٰ دے دیا۔ اب وہ ہر بندش سے آزاد تھے۔ پوری یکسوئی کے ساتھ صرف لکھنے پڑھنے کا کام کرنے لگے۔ انھوں نے اپنے بچپن کی زندگی پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ 'قزاقی' اور 'گلی ڈنڈا' بچپن کی یادوں سے ہے۔ اگر آپ بچے بھی اسے پڑھیں تو آپ کو بہت لطف آئے گا۔ اس کے علاوہ عیدگاہ اور امتحان بھی بہت اچھی کہانی ہے۔ 'بڑے گھر کی بیٹی' بھی ضرور پڑھیے گا۔

اسکولوں کے نصاب میں اکثر ان کی مشہور کہانی 'نمک کا داروغہ' شامل کی جاتی رہی ہے۔ یہ ایک ایماندار داروغہ کی کہانی ہے جو کسی بھی حال میں رشوت لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ رشوت کی پیشکش کرنے والا تاجر بہت بڑی رقم بھی دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے لیکن فرض شناس داروغہ رشوت قبول نہیں کرتا۔ تاجر پر مقدمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن بڑے افسران کو رشوت دے کر وہ بری ہو جاتا ہے۔ داروغہ کو اس بات کا صدمہ ہوتا ہے کہ اسے ایمانداری کا کوئی صلہ نہیں ملا۔ داروغہ کو خوشگوار حیرت اس وقت ہوتی ہے جب اتنا بڑا تاجر اس کے دروازے پر آتا ہے اور اسے اپنی جائداد کا مختار کل قرار دیتا ہے۔ داروغہ

سرکاری ملازمت ترک کر کے تاجر کے پاس چلا جاتا ہے۔ یہ اس کی ایمانداری کا بڑا انعام ہوتا ہے۔ منشی پریم چند نے اس کہانی میں ایمانداری اور فرض شناسی کی عمدہ مثال دی ہے۔ پریم چند کی کئی کہانیاں ایسی ہیں جو بچوں کے لیے نہایت مفید ہیں۔ بچوں میں اخلاقی اقدار پیدا کرتی ہیں لہٰذا بچوں کو ضرور ہی ان کہانیوں کو پڑھنا چاہیے۔

پریم چند نے اپنی زندگی میں سخت محنت کی تھی۔ سرکاری ملازمت ترک کرنے کے بعد انھوں نے زندگی گزارنے کے لیے کبھی چھاپہ خانہ قائم کیا، کبھی رسالے نکالے اور کبھی کچھ کیا۔ انھیں کبھی نفع ہوتا اور کبھی نقصان۔ چھاپہ خانہ میں بھی انھیں نقصان ہوا۔ پھر بھی زندگی چلتی رہی۔ ان کی کہانیاں جن رسالوں میں شائع ہوتی تھیں وہاں سے انھیں کچھ رقم مل جایا کرتی تھی۔ وہ اردو کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی لکھا کرتے تھے۔ ہندی ادب میں بھی ان کا مقام بہت بلند ہے۔ ان کی تمام تخلیقات دونوں زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے مشہور ناولوں میں گئودان اور غبن نہایت مشہور ہے۔ ان کے ناولوں اور کہانیوں کے کردار ہمارے آس پاس کی زندگی سے بالکل قریب ہے۔ وہ دیہاتی زندگی کی عکاسی نہایت ہی موثر انداز میں کرتے تھے۔ ان کا طرز تحریر ایسا ہے کہ پڑھ کر پورا منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔

پریم چند کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حقیقی زندگی اور سچے واقعات کو اپنی کہانیوں میں پیش کیا ہے۔ ان کا ناول گودان کو آفاقی ناول کی حیثیت حاصل ہے۔ اسے ساری دنیا کے لوگ پڑھتے ہیں۔ کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ناول ذرا طویل اور ضخیم ہے اگر آپ لوگ ابھی نہیں پڑھ سکتے تو بڑے ہو کر ضرور پڑھیے گا۔ آپ کو محسوس ہوگا کہ جو کردار پریم چند نے تخلیق کیے ہیں وہ کسی قدر عام قسم کے ہیں۔ نام بھی آسان ہیں۔ دھنیا، جھنیا، ہوری، گوبر، ہیرا، مالتی، وغیرہ۔ وہ باتوں باتوں میں بڑے کام کی بات لکھ جاتے تھے۔ ان کی کہانیاں اخلاقی اقدار سکھاتی ہیں۔ ایمانداری، فرض شناسی، بڑوں کی خدمت، محنت، لگن، بڑوں کا حکم ماننا، دوستی نبھانے کے طریقے، دوسروں کی تکالیف کا احساس، یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ زندگی کے درد و کرب کو انھوں نے نہایت قریب سے دیکھا تھا اس لیے وہ ان تمام باتوں کو اپنی تحریروں میں بخوبی پیش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

پریم چند کو قلم کا سپاہی بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے قلم سے مجاہد کا کردار ادا کیا ہے۔ جب ہر طرف عجیب و غریب طرح کی ادبی تخلیقات منظر عام پر آ رہی تھیں تب انھوں نے سماج کو یکجا کرنے والی اور قومی یک جہتی کو فروغ دینے والی تحریریں پیش کیں۔ وہ بچپن میں بڑے بے فکرے تھے۔ دوستوں کے ساتھ خوب کھیلتے، موج مستی کرتے، گھر سے باہر کھیلنے میں انھیں مزہ آتا تھا۔ جسمانی مشقت کے کھیل ان کی پہلی پسند تھے۔ جب ترقی پسند مصنفین نے اپنی پہلی کانفرنس ۱۹۳۶ء میں کی تو صدر پریم چند بھی اس میں موجود تھے۔ کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے اپنے ادبی نظریات کا کھل کر اظہار کیا اور ادب میں تبدیلی کے لیے ایک موقف اختیار کیا۔ اردو زبان و ادب کو لازوال سرمایہ عطا کرنے والے اس قلم کے سپاہی کا انتقال 8 اکتوبر 1936 کو بنارس میں ہوا۔

■

Mohd Asrar
Asst Prof., Dept of Urdu,Seth Kesri Mal
Purwal College of Arts
Science & Commerce, Campti
Distt.: Nagpur - (Maharashtra)

ندیم غوری

مدہوش

ہفتہ بھر اسکول کے یوم تاسیس کے پروگرامس چل رہے تھے۔ بچو! جس دن اسکول قائم ہوا تھا، اس دن کو یوم تاسیس کہتے ہیں۔

ویسے تو ان پروگرامس میں بڑا مزہ آیا لیکن ایک چھوٹا سا ڈرامہ 'مدہوش' سب نے بہت پسند کیا جس میں ایک لڑکا مدار دوسرے لڑکے سندر کی آنکھوں کے قریب اپنی دو انگلیاں نچاتا ہے اور پوچھتا ہے یہ کتنی انگلیاں ہیں۔ سندر کہتا ہے یہ دو انگلیاں ہیں پھر مدار اپنی چار انگلیاں نچاتا ہے اور پوچھتا ہے اب یہ کتنی انگلیاں ہیں۔ سندر کہتا ہے چار۔ مدار کہتا ہے شاباش۔ اب میری آنکھوں میں دیکھ تجھے نیند آرہی ہے۔ سندر کہتا ہے وہاں مجھے نیند آرہی ہے۔ مدار کہتا ہے اچھا تو پھر لیٹ جا۔ سندر لیٹ جاتا ہے اور اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ مدار اس پر سر سے پیر تک ایک کالی چادر اڑھا دیتا ہے تاکہ وہ باہر کچھ نہ دیکھ سکے۔ مدار اب سندر کو جمورے کے نام سے آواز دیتا ہے۔

مدار: چل جمورے سو جا۔

سندر : ہاں سو گیا۔

مدار : جو پوچھے بتلائے گا؟

جمورا : ہاں بتلاؤں گا۔

مدار : میرے جیب میں کیا ہے؟

جمورا: رفل کے بنا اک پین ہے ورنہ جیب قلاش ہے۔

(سارا مجمع ہنستا ہے)

مدار: (شرمندہ ہو کر) جمورے مسخری نہیں، جو پوچھے گا

بتلائے گا؟

جمورا: ہابتلاؤں گا۔

(مدار ایک لڑکے کا جوتا ہاتھ میں لیکر ہاتھ بلند کرتا ہے اور جمورے سے پوچھتا ہے)

مدار: میرے ہاتھ میں کیا ہے بے؟

جمورا : بوٹ ہے۔

مدار : کس کا بوٹ ہے؟

جمورا : جس کا سوٹ ہے۔

مدار: اچھا یہ بتا یہ لڑکا کیا کر رہا ہے؟

جمورا: اسٹڈی کے بجائے موبائل گیم کھیل رہا ہے۔

مدار : تو اس میں تیرا کیا جاتا ہے؟

جمورا : میرا نہیں، لڑکا فیل ہو جائیگا۔

مدار : شاباش (ایک لڑکے کی گھڑی دیکھ کر) اچھا یہ بتا اس لڑکے کی گھڑی میں کیا بجا ہے؟

جموار : گھڑی بند ہے

(سب ہنستے ہیں)

مدار : (گھڑی والے لڑکے سے) گھڑی میں سیل تو ڈالا کرو یارو۔ (پھر مجمع سے کہتا ہے) اچھا ساتھیو، ان کی گھڑی کی طرح ہمارا ٹائم بھی خراب چل رہا ہے۔ اس لیے کھیل ختم۔ چل اٹھ جا جمورے۔

(سب تالیاں بجاتے ہوئے جانے لگتے ہیں)

دوسرے دن دسویں جماعت کے بچے پیریڈ شروع ہونے سے قبل کلاس میں کل کے ڈرامے کی نقل کر تے ہوئے جماعت میں خوب شور مچاتے ہیں۔ اتنے میں ایک لڑکا دوڑا دوڑا آتا ہے اور یہ خبر لاتا ہے کہ اخلاق سر آرہے ہیں اپنے اپنے موبائل چھپا دو۔ اتنے میں اخلاق سر کلاس میں داخل ہو تے ہیں۔ سب طلبہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اخلاق سر: سٹ ڈاؤن۔ ابھی ابھی کلاس میں کس کھیل کی شرارت ہو رہی تھی؟

طلبہ : سر، کل جو ون ایکٹ پلے ''مدہوش'' ہوا تھا اسی پر بات کر رہے تھے۔

اخلاق سر: تو آج بھی ہم اسی موضوع پر بات کر تے ہیں۔

(طلبہ خوش ہو جاتے ہے)

اخلاق سر آگے بتاتے ہیں کہ اس ڈرامے میں جو لڑکا سوال کرتا ہے اسے عامل کہتے ہیں اور جو جواب دیتا ہے اسے معمول۔ اس کا دارو مدار معمول کو ٹرانس یعنی مدہوش کر نے پر ہو تا ہے جسے عمل تنویم کہتے ہیں۔ تنویم یعنی نیند جیسی حالت۔

طلبہ: (ایک ساتھ) سر یہ حالت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

اخلاق سر: دیکھو ایک وقت میں ایک ہی طالب علم بات کرے سب ایک ساتھ نہیں۔ اور جواب بھی وہی دے جس سے پوچھا جائے۔ اور اب سنو کہ عامل ذہنی طور پر نہایت بااثر ہوتا ہے۔ وہ اپنی نگاہوں سے معمول کی آنکھوں میں دیکھ کر اسے مرعوب کرتا ہے اور معمول میں تنویم یعنی نیند کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

عظمیٰ: (ہاتھ اٹھا کر) سر یہ علم کب سے شروع ہوا تھا؟

اخلاق سر: اس کی ابتدا ویدک زمانے سے ہوئی۔ وید یعنی حکیم یا ڈاکٹر۔ اس عمل کے ذریعہ مریضوں پر مدہوشی طاری کر کے ان کی ذہنی اور جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ اچھا ابرار، یہ بتائیں کے نیند اور تنویم میں کیا فرق ہے۔

ابرار : نیند میں آدمی خواب دیکھتا ہے اور تنویم میں سوال کا جواب دیتا ہے۔

اخلاق سر: شاباش! ایرانی حکیم ابن سینا نے نیند اور تنویم میں یہی فرق بتایا کہ تنویم میں ایک فرد دوسرے فرد میں جواب دینے کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ اچھا اب یہ بتایئے کہ تنویم کے لیے دوسرا کوئی لفظ آپ کے ذہن میں آتا ہے۔ خاص طور سے انگریزی لفظ۔

فرّخ : ہمیں تو پتہ نہیں سر لیکن بیگم پاشاہ بتا سکتی ہیں۔ سب انھیں بگّو کہتے ہیں۔ وہ انگریزی میڈیم سے اس جماعت میں داخل ہوئی ہیں۔

اخلاق سر: اچھا! ہاں بگّو کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ تنویم کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟

بگو (بیگم پاشاہ): سر میں نے، ہپناٹیزم سنا تھا۔

شبانہ : ہاں ہاں سر اب یاد آیا ہم نے بھی یہ لفظ سنا تھا۔

اخلاق سر : بالکل صحیح ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ایک اور لفظ ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے؟

ابرار: (ہاتھ اٹھا کر) میں بتاؤں سر

اخلاق سر: ہاں ہاں کہو کہو۔

ابرار: سر 'میسمیریزم' بھی ایک لفظ ہے۔

اخلاق سر: شاباش! صحیح کہا دراصل اسے ایک جرمن ڈاکٹر فرانز میسمر نے 1766 میں پیش کیا تھا۔ اس لیے اسے ڈاکٹر میسمر کے نام سے ہی 'میسمیر یزم' کہتے ہیں۔ اچھا بچو' گھر میں ایسا کون سا پالتو جانور ہوتا ہے جس سے بل میں رہنے والے چھوٹے جانور ڈرتے ہیں؟

فرّخ: (ہاتھ اٹھا کر) میں بتاؤ سر۔

اخلاق سر: ہاں ہاں ضرور بتاؤ۔

فرّخ: جی بلّی وہ جانور ہے جس سے چوہے ڈرتے ہیں۔

اخلاق سر: شاباش یہ کون بتائے گا کہ چوہا بلی سے کیسے ڈرتا ہے؟ کوئی مثال دے سکتا ہے؟

فرّخ : سر یہ تو بگّو ہی بتائینگی۔

اخلاق سر: ہاں تو بیٹا بگّو کیا تم کوئی مثال دے سکتی ہو؟

بگو : ہاں سر ایک ایسا قصّہ مجھے یاد آرہا ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں۔

اخلاق سر: ہاں ہاں ضرور سناؤ اجازت ہے۔

بگو: لندن کے ایک دیہات میں ایک چھوٹا سا مٹی کا گھر تھا جس میں ایک غریب فیملی رہتی تھی جو اس گھر میں روزگار کے لیے ایک پب بھی چلاتی تھی اور چوہوں سے حفاظت کی خاطر ایک موٹی تازی کالی بلّی بھی پال رکھی تھی۔ پب کے پلیٹ فارم کے قریب ایک پلنگ رکھا تھا جس کے نیچے چوہے کی ایک بل بھی تھی جس میں ایک چوہا اپنی چوہیا کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک دن چوہا کھانے کی تلاش میں بل سے باہر نکلا تو دیکھا کہ گھر کی کالی بلّی بل کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھی ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر چوہے کو چکر آ گئے اور وہ فوراً بل میں واپس چلا گیا۔ چوہیا نے چوہے کو لرزتے ہوئے پسینے میں تر بہ تر دیکھا تو پوچھا ارے کیا ہوا؟ کیا بات ہے؟ چوہے نے کہا باہر کالا ڈراؤنا خواب بیٹھا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر سے جا تا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے بل سے باہر جھانکا تو میدان صاف تھا تب اس کی ہمت بندھی۔ باہر نکل کر پلنگ پر چڑھا اور وہاں سے پھدک کر پب کی پلیٹ فارم پر جا پہنچتا ہے۔ وہاں ایک کھلی بوتل دھری تھی۔ اس کے کاغذی لیبل کے سہارے بوتل کے منہ تک پہنچا جو گلے تک

بھری تھی۔اس میں جھانک کر دیکھا تو اندر لڑھک گیا اور ڈوبتے ڈوبتے بوتل کے تل سے اس کا پیندا ٹکرا گیا تو مائع کی قوت اچھال کی وجہ سے پھر اوپر پہنچا۔ادھر چوہیا اسے ڈھونڈتی ہوئی بوتل تک جا پہنچی اور بڑی مشکل سے چوہے کو باہر نکال لائی اور کہا جلدی سے گھر چلو بلّی کی آواز آرہی ہے۔تب تک چوہا نشہ میں چور ہو چکا تھا۔سینہ تان کر کہا بلّی !کون بلّی ؟چیر کرر کھ دوگا سالی کو۔

(یہ سن کر ساری کلاس ہنسنے لگی)

چوہیا سمجھ گئی کہ اسے نشہ چڑھ گیا ہے۔اس نے دھکّا دے کر کہا بے شک آپ کا غصّہ بہت خراب ہے اب گھر کی جانب لڑھک بھی چلو۔"

اخلاق سر :بہت خوب بہت خوب۔ڈاکٹر میسمر نے بھی بلّی کو چوہے پر صرف نگاہ کی ٹکٹکی سے مدہوش کر کے غالب آتے دیکھ لیا تھا اور اسی منظر سے اس کے ذہن میں میسمیر یزم کے عمل کا خیال واضح ہوا تھا۔بہر حال تنویم کا یہ عمل طب کے میدان میں نہایت کارآمد ہے اور اسی طرح اس عمل کے ذریعے جرمیات میں بھی مجرم سے اہم راز اگلوائے جاسکتے ہیں جیسے مال کہاں دبا رکھا ہے اور اگلا پلان کیا ہے وغیرہ۔

(اتنے میں چھٹّی کی گھنٹی بجتی ہے)

■

Mustafa Nadeem Khan Gauri
Zarrin Valley, Roza Bagh,
Auranagabad-431001(Maharastra)
Mob : 9604957100

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................... بتاریخ....................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: SYNB0009009 میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون:011-26109746 فیکس:011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

ایسا دیش بنائیں گے

ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے
بھید نہ ہوگا مذہب کا
فائدہ اِس میں ہے سب کا
من چاہا سب گائیں گے
تال میں تال ملائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

☆

دھوپ میں سب کا حصہ ہو
چاند پہ سب کا قبضہ ہو
جگنو، تارے سب کے ہیں
پھول اور غنچے سب کے ہیں
سب مستی میں گائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

☆

بلبل، چڑیا، مور سبھی
بھنورا، تتلی، کوئل بھی
کُتّا، بلی، بھینس، بٹیر
گائے، بکری، بندر، شیر
من چاہا سب کھائیں گے
اپنی بھوک مٹائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

ہنستا گاتا جیون ہو
مہکا مہکا گلشن ہو
ہر جانب ہریالی ہو
ہر جانب خوشحالی ہو
ایسے پھول کھلائیں گے
خوشبو سے مہکائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

☆

موسم ہنستا گاتا ہو
ساون دھوم مچاتا ہو
بادل جھوم کے آتا ہو
اور پانی برساتا ہو
ایسے بھی دن آئیں گے
کھیت کھیت لہرائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

ہر سپنا ہو نورانی
نیند ہو اپنی من مانی
جب چاہیں جب جاگ پڑیں
جب چاہیں جب سو جائیں
اچھے دن تب آئیں گے
خواب خواب لہرائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

☆

دھرتی سب کی دھرتی ہے
دھرتی سب سے کہتی ہے
میں ممتا کی ماری ہوں
اور بہت دکھیاری ہوں
سب بچّے مل جائیں گے
ماں سے پیار بڑھائیں گے
ایسا دیش بنائیں گے
جس میں پیار بسائیں گے

■

Nazeer Fatehpuri
Saira Manzil, 230/B/102
Viman Darshan, Sanjay Park
Lohgaon Road, Pune - 411032 (MS)
Mob.: 9822516338

نظم

11 اکتوبر: بچیوں کا عالمی دن

چاہے بچہ ہو یا بچی سب کے سب معصوم ہیں
قیمتی سامان وہ، اور باپ ماں 'شو روم' ہیں
ہیں قرینے سے سجے سامان سارے قیمتی
چاند جیسے قیمتی، سارے ستارے قیمتی
یہ مذکر، یہ مؤنث، یہ ہے سب فطری نظام
کس کو کیا دینا ہے، کیا ہے مصلحت، سب اس کا کام
نسلِ انسانی کا دونوں کی بقا پر انحصار
لازم و ملزوم ہیں، دونوں پہ ہے دار و مدار
کیا جہالت کا زمانہ، لوٹ کر آنے لگا؟
کیسے بادل ظلمتوں کا، نور پر چھانے لگا؟
وہ تو جاہل، لڑکیوں کو زندہ کردیتے تھے دفن
کیونکہ وہ سفاک تھے، اس دور میں عنقا تھا امن
علم کی پھیلی ہوئی ہے اب تو ہرسو روشنی
یہ ترقی کا زمانہ، سب کو علم و آگہی
بچی جب پیدا ہوئی، تو ناگواری کیوں ہوئی؟
ماں کا اس میں کیا قصور؟ اس کو سزا کیوں دی گئی؟
ہے یہی رب کا ارادہ، دخل کچھ ممکن نہیں
سرمدی کردے اگر شب وہ، تو نکلے دن نہیں
لیکن اس کی تھی یہی مرضی، تو ماں بھی کیا کرے؟
باپ بھی مجبور ہے، وہ بھی بھلا کیا کرسکے؟
کس لیے بچوں سے کمتر، بچیاں سمجھی گئیں؟
مائیں لوگوں کے غلط فقرے سے کیوں مرتی گئیں
کیوں کیا جاتا نہیں ان میں برابر کا سلوک؟
بچیوں کے ساتھ کیوں کرتے نہیں اچھا سلوک؟
بچہ اور بچی میں کیوں برتا گیا ہے امتیاز؟
کرتے ہیں ناپاک حرکت، بنتے ہیں جو پاکباز
کچھ تو ہوجایا بھی کرتی ہیں تشدد کی شکار
ان کی حالت دیکھ کر چڑھ جاتا ہے دل پہ بخار
چھینتے ہیں کس لیے اولاد سے جینے کا حق؟
اسوۂ نبوی سے کیا ملتا نہیں کوئی سبق؟
اُف قساوت! ظلم کرتے ہیں، تو کس پر آپ ہیں؟
ایک بچی، یا کہ ماں پر؟ کیسے شوہر آپ ہیں؟

■

Ansar Ahmad
Baluwa Kurthi Jafarpur- 275305
Mau (UP)
Mob:8853214848

عبدالرزاق دل کھولاپوری

نظم

باپو

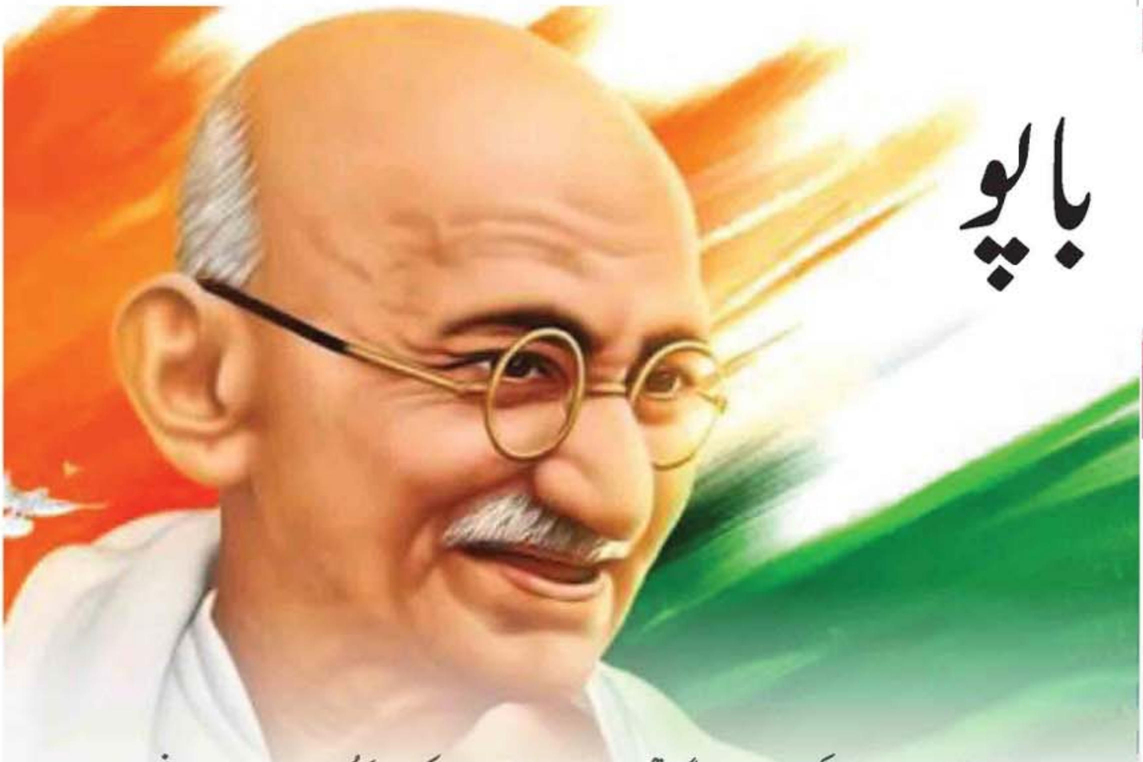

موہن داس کرم چند گاندھی
زیست تھی جن کی سیدھی سادی
دیش کے سچے ساتھی تھے وہ
بچو! سچ کے عادی تھے وہ
کہنے کو تھے نازک باپو
پر دشمن پر پایا قابو
بنا ڈھال تلوار لڑائی
جیت کے آزادی کی دکھائی
تن، من، دھن کی دی قربانی
باپو ہیں مکتی کے بانی
ان کا ہر اک نے ساتھ دیا ہے
اور وطن آزاد کیا ہے
ہاتھ میں لے کر امن کی لاٹھی
گھر گھر بانٹی ہے آزادی

'باپو کی کٹیا' ہے سہانی
'سیوا گرام' میں ہے یہ نشانی
وہیں رکھی ہیں چیزیں پرانی
چرخہ ہے انمول نشانی
بھولی بسری باتیں من کی
کٹیا دہراتی ہے ان کی
اک سو پچاسویں جینتی ان کی
منائے دھرتی گنگ و جمن کی
بیر سے پاک تھا ان کا سینہ
دل ہم بھی یوں سیکھیں جینا

■

Abdur Razzaq Dil
(Dil Bharti House)
Kholapur - 444802
Distt.: Amravati (Maharashtra)

یوسف رامپوری

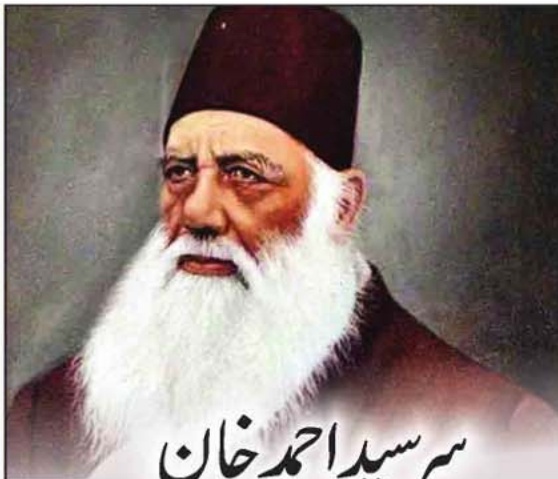

سر سید احمد خان

جہل وتاریکی ہر سو تھی پھیلی ہوئی
ہرطرف نوعِ انساں تھی سہمی ہوئی
ایسے حالات میں سید احمد اٹھے
یعنی تقدیرِ ملت بدلنے چلے
مشعلِ علم لے کر وہ آگے بڑھے
اور زینے ترقی کے چڑھتے گئے
راہ میں آئے ان کے اپنے کبھی
اور غیروں نے بھی کچھ نہیں کی کمی
آندھیوں نے بھی ان کو ڈرایا بہت
اور اندھیروں نے ان کو ستایا بہت
قوم وملت کی خاطر وہ سب سہہ گئے
'علم حاصل کرو' برملا کہہ گئے
پودا تعلیم کا وہ لگا کر گئے
روشنی کا دیا اِک جلا کر گئے

■

Yusuf Rampuri
Mohalla Tandola, Tanda
Rampur - 244922 (UP)

اشتیاق احمد راشد

کسان

کتنی محنت وہ کرتا ہے
گرمی سردی سب سہتا ہے
اس کے غم کوئی کیا جانے
گھر میں کھانے ہیں نہ دانے
ساون سے اس کو یاری ہے
مٹی جاں سے بھی پیاری ہے
محنت ہی اس کا ایماں ہے
کتنا سادہ وہ انساں ہے
اکثر بھوکا سوجاتا ہے
لاغر کتنا ہوجاتا ہے
لالی پھوٹی نہ چل پڑتا
پر ماتھے پر نہ بل پڑتا
سر پر گمچھا، کندھے پہ ہل
گیا کھیت کی جانب وہ چل
ہاں! بھارت کا وہ مالی ہے
اس کے دم سے خوش حالی ہے

■

Mr. Ishtiaque Ahmed
3, PM Bustee, 2nd bye Lane
Bye Lane Shibpur
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 8240162221

نظم

بات کرو نہ مجھ سے ٹیڈی

فہیم احمد

جب تک آئیں امی ڈیڈی
بات کرو نہ مجھ سے ٹیڈی
ابھی تلک نہ آئیں امی
کون گال پر لے گا چمی
ڈیڈی دیر رات کو آتے
اور صبح جلدی ہی جاتے
میں اسکول سے جب بھی آتا
سچ سچ کہوں بور ہوجاتا
بیٹھا یہاں اکیلا گم صم
ٹیڈی سچے ساتھی ہو تم
تم کو دل کا حال سناؤں
بیت رہی کیا آج بتاؤں
اچھا لگتا نہیں اکیلے
کوئی ساتھ ہمارے کھیلے
کرے پیار سے مجھ سے باتیں
کھٹی میٹھی دے سوغاتیں
نہیں چاہیے بسکٹ ٹافی
والدین کا پیار ہی کافی
نہیں چاہئیں چاند ستارے
ہوں ماں ڈیڈی ساتھ ہمارے

■

Faheem Ahmad
Mahatma Gandhi College
Sambhal - 244302 (UP)

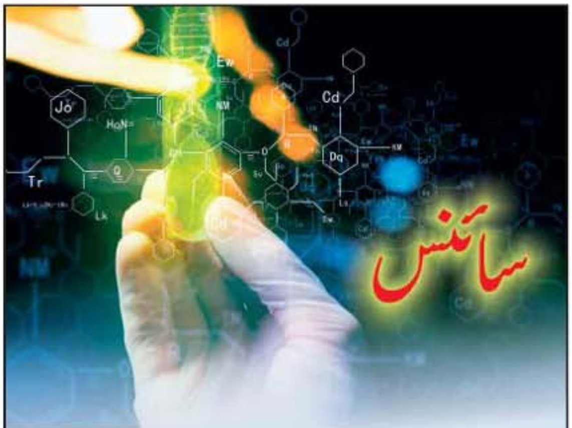

سائنس کی ترقی کا دیکھو اثر
چھو لیا آج انسان نے بھی قمر
شرح اموات بھی کم ہوئی کس قدر
اور بڑھنے لگی ہے یہ نسلِ بشر
کھاد ہی کا کرشمہ ہے کہ کھیت میں
خوب اگنے لگے گیہوں، چاول، ثمر
ٹی وی ایجاد کی 'جے ایل بے آرڈ' نے
دیکھنے ہم لگے ہیں جہاں کی خبر
توڑ ڈالا مشینوں نے چٹان کو
بن گئی راہ ان میں اور نکلی نہر
گر نہ ہوتی ترقی یہ سائنس کی
ایسی تہذیب آتی ہمیں کیا نظر
سارے اختر کمالات سائنس کے ہیں
بجلی، موٹر، مشینیں، یہ کمپیوٹر

■

Shamim Akhtar
5, P.M. Bustee 4th Lane
Shibpur
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 9836225704

فوٹو کاپی مشین

میز پر کاغذوں کا ہے انبار
تہہ شدہ رکھے ہیں کئی اخبار
ہاتھ میں ہے قلم، ہے کہیں اور دھیان
لکھنے بیٹھے ہیں پیارے ابو جان
وقت فرصت مطالعہ جو کرتے
لے کے کاغذ قلم لکھتے رہتے
لکھتے لکھتے یہ بولے کہ جاؤ
نقل مضمون کی کرکے لاؤ
یہ کہا میں نے، کیسے ہے ممکن
لکھنے بیٹھوں تو لگ نہ جائے گا دن
بولے ہنس کے کہ لو عقل سے کام
جاؤ بازار لے کے خدا کا نام
جو ملے اسٹیشنری کی دُکاں
چاہو جتنی نقل لے لو واں
ڈھیروں صفحات کی ہو جو تحریر
یا کہ چھوٹی بڑی کوئی تصویر
عکس لے گی سیہ اور رنگین
ہے بہت کارآمد مشین

■

Sayeed Akhtar Azmi
Near Jamiatul Falah
Bilaria Ganj
Azamgarh - 276121 (UP)

عبدالمنان صمدی

میرا چھوٹا بھائی

ننھا، منا پیارا پیارا میرا چھوٹا بھائی ہے
یعنی سب کی آنکھ کا تارا میرا چھوٹا بھائی ہے

بندر بن کر بھالو بن کر
سب کو ناچ دکھاتا ہے
گلی گلی کا اک اک بچہ
اس کا ساتھ نبھاتا ہے
آنگن آنگن شور مچا کر
دل سب کا بہلاتا ہے
بالنگ کرنا سیکھ گیا ہے
بیٹنگ کرنا سیکھ گیا ہے
چوکے، چھکے مار رہا ہے
جیت رہا ہے، ہار رہا ہے
اس کی صبح اور اس کی شام
گھر گھر جانا اس کا کام
گلی گلی میں اس کا نام
گھر والوں کی جان ہے وہ
خود اپنی پہچان ہے وہ

ننھا، منا، پیارا پیارا، میرا چھوٹا بھائی ہے
یعنی سب کی آنکھ کا تارا، میرا چھوٹا بھائی ہے

■

Abdul Mannan Samadi
2939 Nagla Mallah
Civil Lain Koil, Aligarh - 202001 (UP)
Mob.: 9286300994

ستیہ گپتا، مترجم: شمیم نکہت

بچے کی صحت

صحت ہی زندگی ہے، یہ مہاتما گاندھی نے کہا تھا۔ کچھ اسی طرح کی بات اردو کے ایک شاعر نے بھی کہی ہے:

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک تندرستی ہزار نعمت ہے

صحت اور تندرستی زندگی کے لیے بہت لازمی ہیں۔ ذہنی صحت کے لیے جسمانی صحت کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے اگر شروع سے ہی صحت اور تندرستی کے تعلق سے لاپرواہی کے بجائے بیداری کا رویہ اختیار کیا جائے تو انسان بہت ساری بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے عہد میں بچوں کی صحت ایک بڑا مسئلہ ہے، اس پر سنجیدگی سے توجہ دیے جانے کی ضرورت ہے۔ کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے:

گلوں کی جو خواہش ہے تو کلیوں کی خبر لے
ایسا نہ ہو آجائے خزاں دور سے پہلے

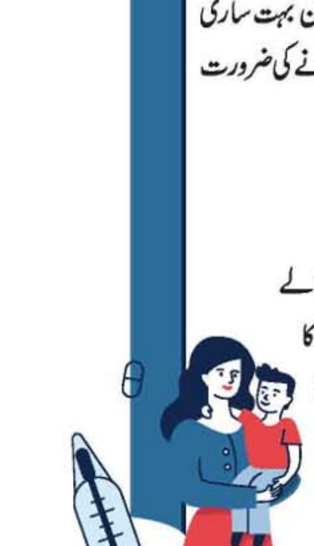

ڈاکٹر محمد عثمان خان ایم بی نے اپنی کتاب 'بچے کی صحت اور نگہداشت' میں بچے کی صحت کی اہمیت کے حوالے سے بڑی اہم بات لکھی ہے کہ ''قومی حفظانِ صحت کی کوششوں میں سب سے بڑا قدم بچے کی صحت کا تحفظ اور اس کی بااصول نگہداشت اور صحیح غور و پرداخت ہے... بچہ ایک قومی سرمایہ ہے جس کا تحفظ و استحکام قومی تعمیر کے لیے نہایت ضروری ہے... درسیاتِ اطفال میں اصولِ صحت اور جسمانی تعلیم کی ضرورت مقدم ہے جس کے ساتھ بچوں کے لیے صحت بخش غذا، معتدل ورزش و محنت، اچھی آب و ہوا، مناسب آرام و آسائش، پاک و صاف ملبوسات، صحت مند آدابِ معاشرت اور صحبت نیک وغیرہ ضروری لوازم کا التزام بھی ضروری ہے۔ دراصل بچے کی جسمانی اور دماغی صحت کا دارومدار زیادہ تر اس کی صحیح نگہداشت و اصول تربیت پر ہے۔''

بچوں کی صحت کے تعلق سے 'بچوں کی دنیا' میں یہ کالم اس لیے شروع کیا گیا ہے تاکہ والدین کے ساتھ ساتھ بچے خود بھی اپنی صحت اور تندرستی کا خیال رکھ سکیں۔ (ادارہ)

بچے کے بدن میں خون کی کمی

بچوں کی کمزوری کا سبب خوراک میں غذائیت والے اجزا کی کمی ہے۔ اگر بچے کو اچھی خوراک نہ ملے تو وہ کمزور ہوجائے گا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ بچے کو شروع ہی سے دودھ کے ساتھ ساتھ سبزی اور فولاد کے قطرات دیے جانا چاہیے۔ اگر بچہ ست ماسا ہے تو اس کو فولاد کے قطروں کی ضرورت بالکل شروع ہی سے ہوگی۔ ایسے بچوں میں فولاد کی کمی کی وجہ سمجھنا آسان ہے۔ بچے کو سارا کا سارا فولاد حمل کے آخری زمانے میں ملتا ہے۔ چونکہ یہ بچے قبل از وقت پیدا ہوجاتے ہیں اس لیے ان کے بدن میں، فولاد کی کمی رہ جاتی ہے جس کا نتیجہ جسمانی کمزوری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اگر بچے کو چھ مہینے کی عمر کے بعد اینمیا (Anaemea) ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی وجہ دودھ کے ساتھ دوسری غذائیں نہ دینا چاہیے۔ اگر غذا بڑھا دی جائے تو اینمیا یا کمزوری خود بخود دور ہوجاتی ہے۔ اگر اچھی غذا کے باوجود کمزوری باقی رہے تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے کیونکہ اینمیا غذا کی کمی کے علاوہ دوسری وجوہات سے بھی ہوسکتا ہے اور ڈاکٹر ہی جانچ کرنے کے بعد اصل وجہ اور صحیح علاج بتا سکتا ہے۔

بچے کے سر میں خشکی

نوزائیدہ بچوں کے سر میں اس قسم کے زرد چھکتے پڑ جانا عام بات ہے اور ان سے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان چھکتوں پر آپ (Pragmatar یا Sanlon) میں کریم ملا کر لگائیں۔ یہ چھکتے ختم ہوجائیں گے ان کو نوچنے کی کوشش نہ کریں بچے کے سر میں تیل ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

داد

داد ایک قسم کی الرجی ہے اور یہ غذا یا فضا میں موجود بعض ذرات کے ردِعمل کے طور پر ہوتا ہے۔ اکثر اوقات داد کی اصل وجہ کا پتہ نہیں چل پاتا۔ اس لیے داد ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے مشورہ کرنا ضروری ہے ورنہ اس کے بگڑ جانے کا امکان رہتا ہے۔

گرمی دانے

زیادہ گرمی اور پسینہ کے اثر سے بدن پر گرمی دانے نکل آتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے۔ اس میں بچے کو اچھی طرح نہلا کر کوئی اچھا پاؤڈر اس کے بدن پر لگانا چاہیے جس سے پسینہ جذب ہوجائے۔ اگر گرمی دانے باقی رہیں تو لیکٹو کالامین یا پاؤڈر کئی بار لگائیں۔

بدن پر خراشیں

غالباً اس سے آپ کی مراد کھجلی یا خارش ہے۔ خارش میں بچے کے بدن پر خراشیں سی پڑ جاتی ہیں۔ خصوصاً ہاتھوں اور پیروں کی گائیوں میں یہ متعدی بیماری ہے اور ایک بچے سے دوسرے بچے کو منتقل ہوجاتی ہے۔ خارش کے لیے (Benlyl Benzoate Enlsins) یا اسکیبیول (Scabiol) لگانا چاہیے۔ پہلے بچے کو اچھی طرح نہلائیں پھر چہرے کو چھوڑ کر سارے بدن پر یہ دوا لگادیں۔ دوا تین بار لگائیں۔ دوا لگا کر بچے کو پھر نہلائیں۔ اس کے کپڑے کھولتے ہوئے پانی میں دھوکر ان پر گرم استری (Iron) پھیر دینا چاہیے لیکن ڈاکٹر سے پوچھے بغیر اوپر بتایا ہوا علاج نہ کریں۔ یہ ضروری ہے کہ علاج سے پہلے ڈاکٹر سے صلاح لے لیں۔

بالوں میں جوئیں

بچوں کے سروں میں جوئیں پڑ جانا ایک عام بات ہے۔ یہ جوئیں یا تو وہ اسکول سے چڑھا کر لاتے ہیں یا اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے چڑھ جاتی ہیں۔ ڈی ڈی ٹی پاؤڈر کے استعمال سے اس بلا سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کو اپنے ہاتھوں سے نکالنا پڑیں گی۔ اگرچہ اکثر اوقات لیکھیں بھی اس پاؤڈر کے استعمال سے خود بخود جھڑ جاتی ہیں۔

ٹیڑھی آنکھیں

آنکھوں کے ٹیڑھے پن کے متعلق آپ کو آنکھوں کے ماہر سے مشورہ کرنا چاہیے۔ آنکھوں کے یہ عیب متعدد قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض صورتوں میں لمبے اور خاصے پیچیدہ علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ضرور ہے کہ اس معاملہ میں ڈاکٹر سے مشورہ کیا جائے۔

■

ماخذ: بچے کی صحت، **مصنف:** ستیہ گپتا، **مترجم:** شمیم نکہت، **سنہ اشاعت:** چوتھی طباعت: 2010، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

زبان شناسی

کسی بھی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے لفظوں کے ذخیروں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ حسبِ ضرورت ان لفظوں کا مناسب استعمال کیا جاسکے۔ اگر آپ کے پاس الفاظ کی کثرت ہے اور اس کے صحیح استعمال سے آپ واقف ہیں تو آپ کی تحریر میں قوت بھی پیدا ہوگی اور تاثیر بھی۔ اسی لیے 'زبان شناسی' کے تحت واحد جمع، تذکیر و تانیث، متضاد الفاظ، محاورے کہاوتیں وغیرہ دیے جاتے رہیں گے تاکہ ہمارے ننھے منے قارئین ان لفظوں کو یاد کریں اور انھیں استعمال میں بھی لائیں۔

متضاد الفاظ

آغاز	انجام	آباد	برباد
آزاد	غلام	آزادی	غلامی
آئندہ	گذشتہ	اتار	چڑھاؤ
ادنیٰ	اعلیٰ	سفید	سیاہ
ایمان	کفر	اندھیرا	اجالا
تاریک	روشن	اصل	نقل
امانت	خیانت	اپنا	غیر
آمدنی	خرچ	اتفاق	اختلاف

واحد/جمع

اثر	آثار	آفت	آفات
آلہ	آلات	جز	اجزاء
حال	احوال	سفر	اسفار
آیت	آیات	شعر	اشعار
خبر	اخبار	شکل	اشکال
دور	اَدوار	دین	ادیان
صنف	اصناف	رکن	ارکان

■

نصرت شمسی

سزا

نکھری نکھری صبح تھی۔ جنگل میں چہار سو دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ چڑیوں نے منہ اٹھا کر دیکھا۔ انھیں محسوس ہوا آج فضا میں کچھ خاموشی ہے۔ سنہری نے اپنے گھونسلے سے منہ نکال کر برابر کے درخت پر پر پھڑ پھڑاتی نیلی کو آواز دی اور پوچھا۔

''آج کیا بات ہے؟ کچھ سناٹا سا محسوس ہو رہا ہے؟''

نیلی نے پیڑ کی دوسری شاخ پر بیٹھی پیلی سے پوچھا۔

''کچھ ہوا ہے کیا جنگل میں؟ مہاراج کا موڈ کیسا ہے؟''

پیلی نے سر جھٹک کر لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنے بچوں کی طرف متوجہ ہو گئی جو ابھی سو کر اٹھے تھے۔

غیر معمولی سناٹے کو محسوس کرتے ہوئے شیر بھی اپنے غار سے باہر آیا اور اس نے بلند آواز میں پوچھا۔

''جنگل کے ساتھیو! سب خیریت تو ہے؟ آج اتنا سناٹا کیوں ہے؟''

''پتہ نہیں مہاراج آج اتنی خاموشی کیوں ہے؟ سب ہی محسوس کر رہے ہیں۔ مجھے لگتا ہے یہ سناٹا بستی کی طرف سے آ رہا ہے۔ لومڑی نے دم ہلاتے ہوئے شیر سے کہا۔''

''بستی کی طرف سے؟'' شیر نے دور گزرنے والی سڑک کی طرف دیکھا اور کہا ''لیکن بستی میں سناٹا کیسے ہو سکتا ہے؟''

لومڑی اور دیگر جانوروں نے لاعلمی کے انداز میں کندھے اچکائے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''چلو میں دریا تک جاتا ہوں پتہ چل جائے گا۔'' شیر نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔

''کیا ہوا ہے؟'' ہرنیوں نے بکریوں کے جھنڈ میں گھس کر سرگوشی کی۔

سب حیران تھے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

آج دوسرا دن تھا لیکن کسی کے پاس کوئی خبر نہ تھی۔ شیر

نے باہر نکل کر سب طرف جائزہ لیا۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن سناٹا پھر بھی موجود تھا۔ کل وہ دن بھر دریا کے کنارے بیٹھا رہا لیکن کوئی خیر خبر نہ ملی۔ شیر نے صدا بلند کی۔

''میں دریا کنارے جا رہا ہوں جو میرے ساتھ آنا چاہے آسکتا ہے۔''

دس دن گزر چکے تھے لیکن کوئی خبر نہ ملی۔ دسویں دن لومڑی نے ڈھول بجا بجا کر پورے جنگل میں اعلان کرایا کہ آج رات جب چاند آم کے پیڑ پر آجائے گا تب مہاراج ایک مجلس مشاورت لیں گے۔ سب لوگ وقت پر جمع ہو جائیں۔

اب سب کو انتظار تھا تو اس وقت کا جب سب جمع ہوں گے اور کچھ پتہ چلے گا کہ آخر انسانوں کی بستی میں ہوا کیا ہے؟ سب کے سب اچانک کہاں اور کیوں غائب ہو گئے ہیں؟

گدھے نے ڈرتے ڈرتے ایک خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں انسان کسی دوسری دنیا میں تو نہیں چلے گئے اور پہلی مرتبہ بارہ سنگھے نے اس کے اس خیال کی تائید کی اور گردن ہلا کر اس کی سوچ کا استقبال کیا۔

چاند کی رفتار دیکھ کر جانور جمع ہونا بھی شروع ہو گئے تھے۔ لومڑی نے بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ سارے پیڑوں پر جگنو جگمگا رہے تھے اوپر سے چاند کی روشنی نے سارا ماحول بہت سحر زدہ کیا ہوا تھا۔ موسم میں کافی ٹھنڈک تھی اگرچہ اپریل کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ ایک طرف ہرنیاں گرم گرم چائے بنانے کی تیاری میں تھیں تو دوسری طرف بکریاں اور مورنیاں مونگ پھلیاں گرم کروا رہی تھیں۔

''مہاراج نے کافی انتظامات کرا رکھے ہیں۔'' چڑیوں نے پیڑوں کی شاخوں پر پر پھیلاتے ہوئے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا اور خوشی سے جگمگاتے جگنوؤں کو دیکھا۔ ہلکی ہلکی باتوں کی آوازیں آنے لگی تھیں کہ تبھی مہاراج کی آمد کا اعلان ہوا۔ لومڑی نے ایک بار پھر اس نشست کو دیکھا جس پر مہاراج جلوہ افروز ہونے والے تھے۔ رنگ برنگے پھولوں سے مسند کو سجایا گیا تھا اور ہر پھول پر جگنو چمک رہا تھا۔ آس پاس کدو کے گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے جن پر چمیلی کے پھولوں کی لڑیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ لوکی کی صراحی میں صندلی مشروب تیار تھا اور اناناس کا تھرموس چائے کے لیے تیار تھا۔ چیتے کی کھال اس بڑے سے گول پتھر پر بچھی ہوئی تھی جس پر مہاراج کو بیٹھنا تھا۔

چند منٹ بعد شیر نے قدم رنجہ فرمائے اور شیر کے آتے ہی سارے جانوروں نے شہنشاہ جنگل زندہ باد کے نعرے لگا کر اس کا استقبال کیا۔

شیر نے پنجہ اٹھا کر سب کا استقبال کیا اور سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''ہاں تو بی بی کچھ پتہ چلا؟'' شیر نے لومڑی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ مہاراج نے شاہی مسند سنبھالی۔ ہرنی نے صراحی سے ناریل کے سجے سجے کٹورے میں صندلی مشروب پیش کیا۔

''نہیں مہاراج ابھی کسی کے پاس کچھ خبر نہیں ہے۔'' لومڑی نے شیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ہوں'' شیر نے گردن ہلائی اور کٹورہ رکھتے ہوئے لومڑی کو اشارہ کیا۔

لومڑی نے ایک شاہی فرمان نکالا جو کیلے کے پتے پر لکھا ہوا تھا اور پڑھنا شروع کیا۔

مہاراج نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے کچھ ذمہ داریاں بانٹی ہیں کہ:

قبیلۂ ذمہ داری قبیلۂ بندر کو دی جاتی ہے کہ وہ چھتوں چھتوں جا کر گھر کے اندر اتر کر انسانوں کی بستی سے خیر خبر لائیں

گے اور قبیلۂ کلب 'کتے' گلیوں گلیوں گھوم کر اطلاعات جمع کریں گے۔قبیلۂ 'فیل' ہاتھی سڑکوں سے خبریں جمع کریں گے۔اور قبیلۂ خر(گدھا) بازاروں کا رخ کریں گے اور ہاں جانباز ہدہد اور بلبل اور رنگین چڑیاں پوری بستی کا ہوائی سفر طے کریں گی اور معلومات فضائی جمع کریں گی۔

سب کو پانچ دن کا وقت دیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی تمام ساتھیو کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے جاننے والوں کے گھروں کا رخ کریں اور جو بھی پتہ چلے وہ پانچ دن بعد اسی جگہ مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اب سب پانچ دن بعد ملیں گے اور پھر معلومات کی روشنی میں آگے کی کاروائی شروع کی جائے گی۔اس اعلان کے ساتھ آج کی محفل مشاورت ختم کی جاتی ہے۔آپ لوگوں کی ضیافت کا جو انتظام ہے اس سے لطف اندوز ہو کر گھر جایئے گا۔

پانچواں دن صبح سے ہی سب کے لیے بڑا بے چینی والا تھا۔سب کو انتظار تھا تو رات کا کہ جب سب جمع ہوں اور کچھ پتہ چلے کہ آخر اس حضرت انسان کے ساتھ ہوا کیا ہے؟ اتفاق سے آج موسم بھی سہانا ہو گیا تھا۔سرمئی بادل ادھر سے ادھر اٹکھیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے سارے جانور دریا کی طرف رخ کر چکے تھے۔موسم نے شیر کے موڈ پر بھی اچھا اثر ڈالا تھا۔وہ بھی مست مست چال سے چلتا ہوا دریا کنارے ڈیرہ جما چکا تھا۔سب اوپر آسمان کی نیرنگیاں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔اچانک شیر کی چیخ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔''ارے یہ کیا؟''

''کیا ہوا مہاراج؟'' سب شیر کی طرف دوڑے۔

''سب اپنا اپنا منہ دریا پر جھکاؤ اور خود دیکھو۔''

شیر نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور سب نے اپنے اپنے منہ دریا پر جھکا دیے اور ایک دم سب خوشی سے چیخنے لگے۔ارے واہ، کیا بات ہے، یہ کیا ماجرا ہے'' جیسے الفاظ سب طرف سے سنائی دینے لگے۔ سب ایک دوسرے کی طرف خوشی سے دیکھنے اور گلے ملنے لگے۔سب نے دیکھا دریا کا پانی بالکل صاف شفاف بہہ رہا تھا اور سب کو اپنے اپنے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔آسمان پر تیرتے بادل اب دریا میں بھی تیر رہے تھے۔

''ارے واہ مزہ آ گیا۔مہاراج یہ سب ماجرا کیا ہے؟'' سب جانوروں کا ایک ہی سوال تھا۔

''مہاراج خود حیران تھے جو دریا عرصہ ہوا کالا ہو چکا تھا اور اپنی شفافیت کھو چکا تھا آج چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ بہت سے جانور تو خوشی میں دریا میں چھلانگ لگا چکے تھے اور پانی میں چھم چھم کرنے لگے تھے۔ ہاتھی نے اپنی سونڈ میں پانی بھرا اور اپنے اور دوسرے ساتھیوں پر ڈالنا شروع کر دیا۔سب بہت خوش تھے لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کمال ہوا کیسے؟ سب جھومتے جھامتے دن گزار کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے اور اب سب کو رات کو جمع ہونا تھا۔

محفل مشاورت کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔چاند آم کے درخت پر آ چکا تھا اور سب اکٹھے بھی ہو چکے تھے۔آج بھی مہمانوں کی ضیافت کا بھرپور انتظام نظر آ رہا تھا۔ایک طرف گرم گرم پھلوں کا قہوہ تیار ہو رہا تھا تو دوسری طرف چلغوزے اور اخروٹ بھی نمک لگا کر بھونے جا رہے تھے۔گاجر کا حلوہ تیار تھا اور بھنا ہوا گوشت اپنی مہک سے پورے جنگل کو مہکائے ہوئے تھا۔ پیڑ کے تنوں کی رنگین کرسیاں تیار تھیں۔پرندوں کی نشست کا انتظام مختلف پیڑوں کی شاخوں پر پھولوں سے سجے جھولوں کو ڈال کر کیا گیا تھا۔مہاراج کا مسند شاہی بھی بالکل تیار تھا۔سب آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اب کیا خبریں سامنے آنے والی ہیں کہ تبھی مہاراج کی آمد کا اعلان ہو گیا اور

سب خاموش ہو گئے۔

شیر نے بیٹھتے ہوئے کارروائی شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ اور لومڑی نے بیگن کا مائک سنبھالا اور سب سے پہلے بندر کے سردار کو آواز دی کہ وہ اپنی معلومات پیش کریں۔

''مہاراج'' بندر نے ادب و احترام کے ساتھ بات شروع کی۔''ہماری ٹیم گھر گھر پہنچی لیکن وہاں تو عجب حال نظر آیا جو نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی سنا۔ انسان زندہ تو ہے لیکن اس نے خود کو گھروں میں قید کر لیا ہے۔ سب گھروں کے کھڑکی دروازے بند، نہ کسی کا آنا نہ جانا، بچے تک سہمے سہمے نظر آئے، ان کی دھما چوکڑی بھی جیسے کہیں غائب ہو گئی ہے۔ سب گھروں میں بھی ایک دوسرے سے بہت دور دور ہیں۔ کوئی کسی کے قریب کھڑے ہو کر بات بھی نہیں کر رہا اور ہاں ایک سب سے عجیب بات کہ سب کے منہ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں اور سب بار بار ہاتھ دھو رہے ہیں۔

''دوسری رپورٹ سردار کلب کی ہے پیش کی جائے۔'' لومڑی نے اعلان کیا اور ایک موٹا تندرست کالا کتا کھڑا ہوا اور بولا۔''مہاراج یہی سب ہم نے بھی محسوس کیا۔ گلیوں، سڑکوں پر ایسا سناٹا ہے کیا بتایا جائے۔ ہر دروازہ بند ہے۔ سب کے منہ پر پٹی بندھی ہے ہاں پولس کی گاڑیاں ضرور گھومتی نظر آتی ہیں۔ ہمیں تو رزق کی تنگی بھی محسوس ہوئی۔ ہماری ٹیم بھوکی پیاسی گھومتی رہی لیکن کہیں کچھ نہ ملا۔ پتہ نہیں انسانوں کی بستی کو ہوا کیا ہے؟ زندہ تو سب ہیں مگر بالکل بند۔''

تیسری رپورٹ ہاتھیوں کے سردار کی تھی جس نے بتایا کہ''مہاراج سارے بازار، مالز، اور اسکول کالج سب بند ہیں یہاں تک کہ سرکاری دفتر بھی۔ کہیں کہیں گاڑیاں کھڑی ہیں لیکن ان کا استعمال بالکل نہیں ہے۔''

''اور کوئی؟''

''جی مہاراج......'' ایک گدھا آنکھیں ملتا ہوا کھڑا ہوا۔

''میرے پاس بھی کچھ خبر ہے۔''

مہاراج جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ میں نے کچھ عجیب سے لوگوں کو دیکھا جو انسان کو پکڑ کر گاڑی میں ڈال کر کہیں لے جا رہے ہیں اور پولس والے بار بار''گھروں میں رہو۔ یہ ایک مہاماری ہے جس سے بچاؤ صرف گھروں میں بند رہ کر ہی مل سکتا ہے۔ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ یہ بیماری ایک دوسرے کو چھونے سے پھیل رہی ہے اور بڑی خطرناک ہے۔''

''جی ......جی مہاراج میرے ساتھیوں نے بستی بستی جا کر جائزہ لیا سب جگہ یہی حال ہے۔ دورے کے دوران قریبی ملک کا عقاب بھی ملا اور اس نے بتایا کہ یہ حال دنیا بھر کا ہے اس وقت انسان کسی سزا میں مبتلا ہے۔ آج انسان اتنا چھپ گیا ہے کہ اس کی عمارتوں اور باغوں میں جانوروں نے ڈیرہ ڈال لیا ہے۔ ایک جگہ ہم نے دیکھا ایک اسکول میں موروں نے بسیرا کر لیا ہے۔ وہ سب وہاں گھوم رہے ہیں، ناچ گا رہے ہیں اور کئی مقامات پر ہاتھیوں، شیروں اور دیگر جانوروں کو بڑی آزادی سے گھومتے ہوئے بھی دیکھا۔ انسان بڑا دکھی ہے مہاراج لیکن بہت کچھ بہت اچھا بھی ہوا ہے۔ اس فضائی سفر کے دوران ہمیں محسوس ہوا کہ مطلع بڑا صاف ہو گیا ہے۔ آسمان دور دور تک بڑا صاف اور شفاف دکھائی دے رہا ہے۔ پہاڑ تک صاف نظر آ رہے ہیں اور تمام ندیاں جھیلیں سب بالکل صاف ہو گئی ہیں۔

''ہوں'' شیر نے بڑی سنجیدگی سے ہوں کہا اور خاموش ہو گیا۔ محفل پر سناٹا چھا گیا۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ آخر ہوا کیا ہے؟ سب کو انتظار تھا تو شیر کے بولنے کا۔

ساتھیو!'' چند لمحوں بعد شیر کی آواز نے سناٹا توڑا۔ جو معلومات ابھی ہم سب کے سامنے آئی ہیں ان کا نتیجہ یہ نکلتا

ہے کہ انسانوں کی بستی پر عذاب نازل ہوا ہے۔ایک وبا نے پوری دنیا کو گھیر لیا ہے اور خود کو طاقت ور سمجھنے والا حضرت انسان خود کو گھروں میں بند کرنے پر مجبور ہے۔ساتھیو! افسوس ہوا سن کر مگر جب جب اللہ کے قانون کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے تب تب ایسی ہی سزا ملتی ہے۔اس انسان نے صرف اپنی دنیا میں فساد برپا کیا ہوا تھا بلکہ ہمارا جینا بھی مشکل کر رکھا تھا۔ہمارے بہت سے ساتھی تو اب صرف کتابوں میں ہی زندہ ہیں اور ہم لوگ بھی عرصہ ہوا جنگلوں میں قید ہیں۔انسان کے ڈر سے ہماری آزادی چھن سی گئی ہے۔انسان کے خوف نے ہمارے حوصلوں کے پروں کو جیسے کتر ہی ڈالا ہے۔ہمارے بچوں نے تو شہر کبھی دیکھا ہی نہیں۔ساتھیو! ایک عرصہ بعد ہی صحیح ہمیں جینے کا موقع ملا ہے میری معلومات کے مطابق ابھی بندش آگے بہت دنوں تک چلنے والی ہے تو ساتھیوں ہم سب فی الحال آزاد ہیں تو سب مل کر اپنی آزادی کا جشن مناؤ۔گھومو پھرو۔بچوں کو کھیت کھلیان شہر سب دکھاؤ۔کچھ دن کے لیے ہی صحیح ہم ڈر اور خوف کی زندگی سے آزاد ہیں اور اسی خوشی میں آج کی خاص دعوت رکھی گئی ہے اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ جشن جنگل میں پورے ایک ہفتے چلے گا اور آج کی پوری رات ہم سب جشن منائیں گے، چراغاں کریں گے اور شاندار کھانا پینا ہوگا۔موروں سے کہو رقص کی محفل جمائیں کہ آج ہم سب ایک طویل عرصہ بعد بہت خوش ہیں۔" ہا ہا ہا......ہپ ہپ ہرے۔" سارے جانور خوشی سے ناچنے لگے۔جنگل میں منگل ہوگیا۔

■

Nusrat Shamsi
Anjuman Street
Rampur (UP)

جوابات

سلیم خان

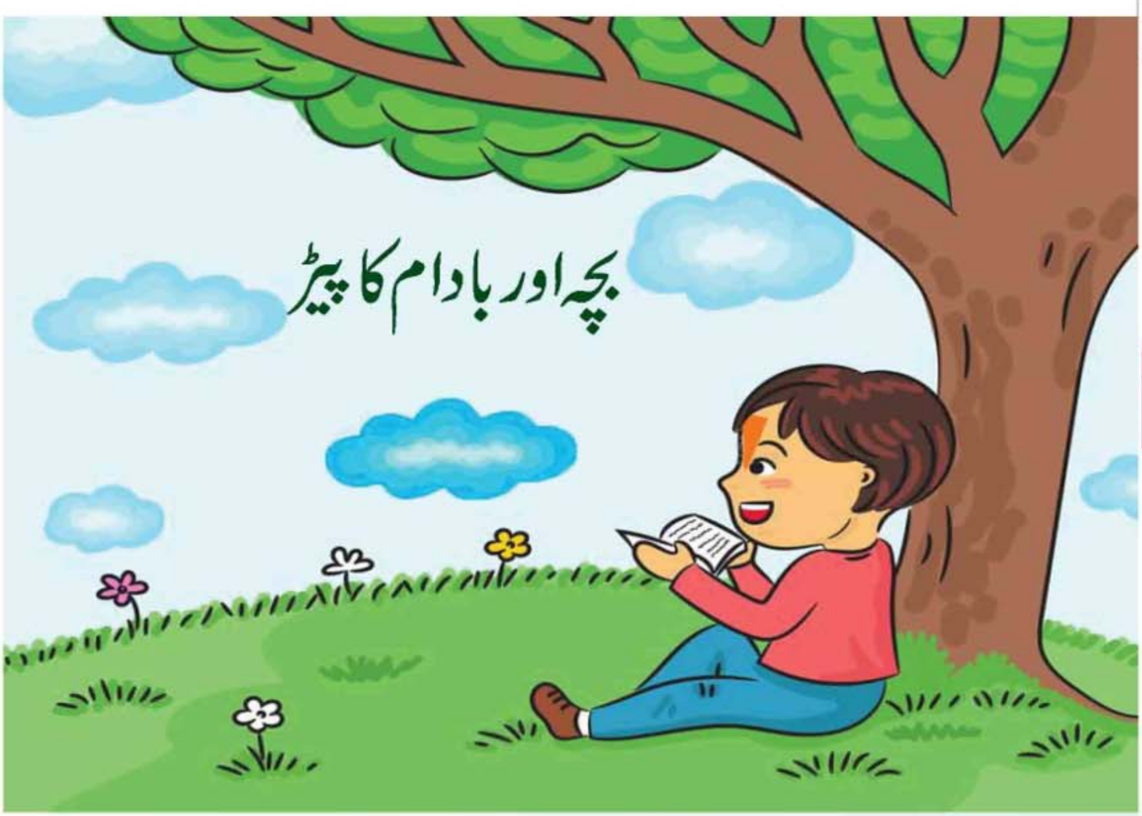

بچہ اور بادام کا پیڑ

دوپہر کا وقت تھا۔امّی باورچی خانے میں برتن صاف کر رہی تھیں۔نازیہ باجی واشنگ مشین میں کپڑے ڈال رہی تھیں اوردس سالہ عامر بڑی لگن سے اپنا ہوم ورک کررہا تھا کہ اچانک بجلی چلی گئی۔بلب، فریج، پنکھے،واٹر فلٹر سب کے ہارٹ فیل ہوگئے اور گھر میں سناٹا سا چھا گیا۔نازیہ باجی واشنگ مشین کا منہ دیکھتی رہ گئیں۔عامر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور امی باورچی خانے سے بڑبڑاتی ہوئی نکلیں،"لو ابھی گرمی کا موسم آیا نہیں کہ لوڈ شیڈنگ کا ناٹک شروع ہوگیا۔اب تمھارے ابّو سے کہہ کر اِنورٹر کا انتظام کرنا ہی پڑے گا۔"۔"امی میرا امتحان قریب ہے۔مجھے ہوم ورک اور اسٹڈی بھی کرنی ہے۔اب میں کیا کروں۔!؟" عامر نے ٹھُنک کر کہا۔

"تم اس بجلی کے بھروسے مت رہو عامر۔یہ تو آتی جاتی رہے گی۔آؤ، ادھر میرے ساتھ آؤ" امی عامر کو باہر آنگن میں لے گئیں اور بادام کے چھتنار پیڑ تلے چار پائی بچھا کر کہا،"تم یہاں بیٹھ کے اطمینان سے اپنا ہوم ورک کرو۔" ٹھنڈی گھنی چھاؤں، ہلکی ہلکی ہوا اور کھلی فضا۔عامر کو امی کی تجویز بہت پسند آئی،اوراس نے فوراً بستہ کھول کر اپنا کام شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد بادام کے پیڑ کا ایک پتا ٹھیک عامر کے سر پہ آگرا۔وہ بِدک گیا۔مگر جب پتا اس کے سر سے پھسل کر سامنے آگیا تو اس نے ایک لمبی سانس لی اور پتے کو غور سے دیکھا، زرد سوکھا پتا پاپڑ کی طرح سکڑا ہوا تھا۔اس نے پتے کو احتیاط سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر اپنے کام میں جُٹ گیا۔مگر دوسرے ہی پل ایک اور پتا اس کے کاندھے سے ہو کر نوٹ بک پر گرا۔عامر نے ناگواری سے اوپر دیکھتے ہوئے پیڑ سے کہا، کیوں تنگ کر رہے ہو بھائی، مجھے سکون سے اپنا کام

کرنے دو۔

''ہاں ہاں، تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کر رہا ہوں۔'' پیڑ نے شاہانہ انداز میں جواب دیا۔

''تم کیا کام کر رہے ہو، تم تو شرارت کر رہے ہو۔''

''نہیں نہیں عامر میاں، تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمھارے لیے ہوا کر رہا ہوں اور اسی وجہ سے میرے سوکھے پتے جھڑ رہے ہیں۔ ناراض ہونے کے بجائے تم کو میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

''شکریہ کیوں۔؟''

''کیوں کہ دھوپ جھیل کر میں تمھیں سایہ کر رہا ہوں۔ ہم پیڑ انسان کی تن من سے خدمت کرتے ہیں لیکن انسان نہ ہماری اہمیت جانتا ہے نہ قدر کرتا ہے۔ یہ تو ہماری اعلیٰ ظرفی ہے کہ ہم برابر اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔''

''اچھا ذرا بتاؤ، تم انسان کے اور کیا کام آتے ہو۔؟'' عامر نے تیوریاں چڑھا کر پوچھا۔

''ویسے عامر میاں اپنے منہ میاں مٹھو بننا تو ٹھیک بات نہیں ہے لیکن تم نے پوچھا ہے تو اب بتانا بھی ضروری ہے۔ اور یہ باتیں آگے تمھارے کام بھی آئیں گی۔''

'' اب زیادہ شیخی مت بگھارو، کام کی بات کرو مسٹر۔ مجھے 'پھلوں سے بھری ٹوکری' کی تصویر بنانی ہے۔''

''عامر میاں، پیڑ تو سرتاپا انسان کے کام آتا ہے۔ جڑیں اور پتے دواؤں کے کام آتے ہیں۔ تنے سے گوند اور لاکھ حاصل ہوتی ہیں۔ نیم اور پیلو وغیرہ درختوں کی نرم ٹہنیاں مسواک کے کام آتی ہیں۔ کچھ درختوں کے گودوں سے ربر اور ساگودانہ جیسی چیزیں بنتی ہیں۔ شہد کی مکھیاں ہماری ڈالیوں پر چھتا بنا کر شہد جمع کرتی ہیں۔ اور دیکھو میاں عامر، یہ جو تمھاری کتاب میں مختلف پھلوں کی تصویریں دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ سارے پھل پیڑوں سے دستیاب ہوتے ہیں۔ کاجو، اخروٹ، پستہ، انجیر تمام قسم کے میوے بھی پیڑوں پر ہی لگتے ہیں اور میں تم کو بادام کھلاتا ہوں۔ یہ تو معلوم ہے نہ، یا یہ بھی بتانا پڑے گا۔ سائنس میں تم نے پڑھا ہوگا کہ ہم نباتات کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس جذب کر کے فِضا کی آلودگی دور کرتے ہیں اور ہماری چھوڑی ہوئی آکسیجن گیس انسان اور دوسرے تمام جاندار لیتے ہیں۔ ''کسی شاعر نے ہمارے لیے کیا خوب کہا ہے۔

''ہم سایہ دار پیڑ زمانے کے کام آئے
جب سوکھنے لگے تو جلانے کے کام آئے''

دیکھا تم نے ہم پیڑ انسان کے کتنے کام آتے ہیں۔ مگر انسان ہمارے کسی کام نہیں آتا، ہمارے کیا انسان تو کسی کے کام نہیں آتا، اسے تو بس اپنے آپ کی فکر رہتی ہے۔ پیڑ کی باتیں سن کر عامر سوچ میں پڑ گیا، کہ وہ پیڑ کو اب کیا جواب دے، مگر اتفاق سے اسی وقت وہاں نازیہ باجی آگئیں، ''کون تھا عامر، مجھے کسی کی آواز سنائی دی۔'' ''اچھا ہوا باجی آپ آگئیں۔ اپنا یہ بادام کا پیڑ مجھ سے کہہ رہا تھا، انسان کسی کے کام نہیں آتا اور ہم پیڑ...'' عامر نے نازیہ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ نازیہ باجی دسویں جماعت میں پڑھ رہی تھیں، وہ پڑھائی میں بے حد تیز تھیں۔ انھیں کتابوں کے مطالعے کا بھی شوق تھا۔ اسلامی کوئز اور تقریری مقابلوں میں وہ کئی انعام حاصل کر چکی تھیں۔ انھوں نے پیڑ کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا، ''تم یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو کہ انسان کسی کے کام نہیں آتا۔''

''میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ انسان کسی کے کام آیا ہے، اور یہی سچائی ہے۔''

'' اچھا! یہی سچائی ہے۔!! سچائی سن کر تمھاری جڑوں

تلے سے زمین نکل جائے گی۔"

"بتایئے بتایئے باجی، میں بھی تو سنوں انسان کی اعلیٰ کارکردگی۔" پیڑ نے اکڑ کر کہا۔

"تو یاد کرو اپنے بچپن کے دن۔ تم کو یہاں ہمارے ابّو نے لگایا تھا اور ایک عرصے تک ہم سب نے تمھیں وقت پر کھاد اور پانی دیا تھا۔ تمھاری حفاظت کے لیے پنجرا لگایا تھا، جو آج تک تمھارے تنے کے گرد موجود ہے۔ اور سنو، شجر کاری مہم کے تحت انسان ہر سال ہزاروں پودے لگاتے ہیں اور ان کی نشو و نما کرتے ہیں۔ حکومت نے نباتات و حیوانات کی حفاظت کے لیے قانون بنائے ہوئے ہیں۔ اب ذرا نظامِ قدرت بھی سمجھ لو۔ یہ زمین و آسمان چاند سورج اور ستارے۔ تم جیسے پیڑ پودے اور تمام جاندار آپسی تال میل پر منحصر ہیں، ان میں انسان سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ خدا نے یہ کائنات اسی کے لیے سجائی ہے۔ اس کی ہر شئے انسان ہی کے کام آتی ہے۔ انسان اپنے خالق و مالک کی اس نوازش پر اس کی شکر گزاری اور بندگی کرتا ہے۔ رہا سوال کسی کے کام آنے کا، تو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

"یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں، انساں کے انساں"

انسان کا پہلا فرض ہے انسان کے کام آنا، اور بے شک انسان دکھ، درد اور مصیبت میں، تن من دھن سے ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ وقت پڑنے پر اپنا خون بھی دیتا ہے۔ ملک اور قوم کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک نثار کر دیتا ہے۔ مگر تم، تم انسان کے ایثار و قربانی کی کہانیاں کیا جانو کہ جو اپنی تعریف آپ کرتے ہیں وہ عقل کے اندھے ہوتے ہیں، انھیں دوسروں کی خوبیاں دکھائی نہیں دیتیں۔!!"

نازیہ باجی کی عالمانہ باتیں سن کر پیڑ کی ڈالیاں جھک گئیں۔ اس نے شکستہ لہجے میں کہا، "مجھے معاف کر دیجیے باجی، واقعی انسان اشرف المخلوقات ہے اور ہم سب آپ کے خدمت گار۔"

"معافی مجھ سے نہیں عامر بھائی سے مانگو۔ تم نے اسے بہت پریشان کیا ہے۔"

"ہاں ہاں عامر بھائی، میں اپنی نادانی پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دیجیے۔" اور عامر کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسی اثنا میں امی کی آواز آئی، "عامر بیٹے اندر آ جاؤ، بجلی آ گئی ہے۔" عامر نے اپنی کتابیں، بیاضیں سمیٹیں اور دونوں بھائی بہن دوڑتے ہوئے گھر میں داخل ہو گئے۔

■

Saleem Khan
Millat Nagar, Faizpur
Distt: Jalgaon - 425503 (Maharashtra)

رحیم رضا

گنبد کا جادو

طفیل، اکمل اور دانش تینوں گہرے دوست تھے۔ وہ تینوں ہم عمر اور ہم جماعت بھی تھے۔ اسکول کی چھٹی کے بعد بھی وہ اکثر نماز اور ٹیوشن کو بھی ساتھ ساتھ ہی جایا کرتے تھے۔

آج بھی وہ لوگ ساتھ ہی اسکول پہنچے تھے۔ حمد کے بعد سبھی طلبا اپنی اپنی جماعتوں میں چلے گئے۔ پہلا پریڈ شروع ہوا جو ہندی مراٹھی کا تھا، دوسرا سوشل کا اور تیسرا سائنس کا۔ طفیل کو امجد سر کا انتظار تھا کیونکہ اسے سائنس میں زیادہ دلچسپی تھی جبکہ اکمل اور دانش کو ریاضی اور سائنس سے خدا واسطے کا بیر تھا، ان کو سوشل اچھا لگتا تھا۔

تیسرا پریڈ شروع ہوا اور امجد سر اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کلاس روم میں داخل ہوئے، معمول کے مطابق طلبا نے کھڑے ہو کر سلام کیا، جواب میں انھوں نے خوب دعائیں دیں پھر وہ طلبا سے مخاطب ہوئے۔

بچو! گزشتہ ہفتہ سے ہم 'آواز' سبق کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ آج اس سبق کا ضمنی موضوع صدائے بازگشت ہے۔ تختۂ سیاہ پر لکھتے ہوئے انھوں نے سوال پوچھا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے؟ اکمل نے دانش کو کنکھیوں سے طفیل کی طرف متوجہ کیا جو بڑے دھیان سے امجد سر کی باتیں سن رہا تھا۔

چند لمحوں کے بعد پھر امجد سر نے کہنا شروع کیا۔ پیارے بچو! آواز جب کسی سطح سے ٹکرا کر واپس آتی ہے تو اسے آواز کا انعکاس کہتے ہیں اس کے لیے آواز کے منبع اور رکاوٹ کے درمیان کم از کم فاصلہ کا نصف ہونا چاہیے۔ جو 17.2 میٹر ہوتا ہے۔

مختلف درجۂ حرارت کے لیے یہ فاصلہ مختلف ہوتا ہے بچو! جہاز رانی زیر آب اشیا کا فاصلہ ناپنے کے لیے ایک آلہ استعمال کرتے ہیں وہ اسی اصول پر کام کرتا ہے اِسے SONAR (Sound Navigation Ranging) کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا صوتی لہروں کے استعمال سے سمندر کی

تہہ میں موجود اشیا سے ٹکرا کر آواز واپس آتی ہے۔ پھر انھوں نے کچھ اور مثالیں دے کر صدائے بازگشت کے متعلق نہایت دلچسپ معلومات دی۔ طلبا نے کچھ اور سوالات کیے جن کے امجد سر نے تسلی بخش جوابات دیے۔ طلبا یہ سب غور سے سنتے رہے۔ جبکہ اکمل اور دانش بور ہونے لگے تھے۔ اس پریڈ کے بعد وقفہ ہو گیا۔

گھر جاتے ہوئے طفیل اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ اسے اپنے گرد و پیش کی خبر نہ تھی، اکمل اور دانش نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا میاں جونیئر نیوٹن لوٹ آؤ کہاں ہو؟ ارے بھائی ہم بھی تمھارے ساتھ چل رہے ہیں۔ دانش نے چٹکی لی، ''سی'' کی آواز طفیل کے منہ سے نکلی جس پر دونوں کھل کھلا کر ہنس دیے، دوسرے طلبا بھی ہنسنے لگے۔

یار تم دونوں کو ہمیشہ مذاق سوجھتا ہے۔ کبھی تو سنجیدہ رہا کرو۔ میاں جونیئر نیوٹن طفیل نے بناوٹی غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔

سنجیدہ اور رنجیدہ رہنے کے لیے آپ ہی کافی ہیں۔ اکمل نے کہا تم کیا جانو؟ آج میری برسوں کی الجھن دور ہوئی۔ طفیل نے جواب دیا اچھا! کیا کوئی نیا فارمولہ ہاتھ آ گیا ہے؟ دانش نے پھر اس کا مذاق اڑایا۔

میں صدائے بازگشت............

میاں جونیئر نیوٹن ہمارے پیٹ سے صدائے دال گو شت آ رہی ہے۔ طفیل کی بات بیچ میں کاٹتے ہوئے دانش نے کہا۔

تم تو چپ ہی رہو تو بہتر ہے۔ طفیل نے جھلا کر کہا۔

ہاں تمھیں کچھ یاد آیا اکمل......وہ ہمارا جادو والا گنبد......

جب پرائمری اسکول میں ہم لوگ پڑھتے تھے اور ہمارے اصرار پر ماسٹر صاحب بستی سے دور پہاڑ والی درگاہ پر لے گئے تھے جو بڑے تالاب کے قریب ہے۔ خوبصورت پھول لمبی لمبی بڑی گھاس کے میدان اور ٹیلوں کے درمیان بہت بڑے گنبد والی درگاہ تھی جس کے گنبد اور میناروں پر کئی کبوتر غٹرغوں کر رہے تھے۔ گنبد میں ہماری آوازیں گونج رہی تھیں ہم لوگ خوش ہو کر دو بار ایک دوسرے کا نام پکارتے جا رہے تھے اور ہماری آوازیں لوٹ کر ہمیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہم میں سے زیادہ تر بچے کہہ رہے تھے یہاں جادو ہے لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔

ہاں ...... ہاں۔ کچھ کچھ یاد آیا۔ ارے ہاں وہ ماسٹر صاحب نے ہمیں ایک بہت پرانے کنویں کے پاس لے جا کر بھی آواز لگانے کے لیے کہا تھا۔ دانش حیرت سے دونوں کا منہ تک رہا تھا۔ بیچ میں بول پڑا۔ بھائیو! بکواس بند کرو اور یہ گنبد۔ کنواں اور جادو کی باتیں بند کرو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ اکمل تم بھی کیوں سائنٹسٹ کے چکر میں پڑ گئے۔

قریب تھا کہ طفیل اس کو طمانچہ مار دیتا۔ اکمل نے مداخلت کی اور کہا ارے بے وقوف تم اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ چھٹیاں ختم ہونے کے بعد بھی ننھیال سے نہیں لوٹے تھے۔ تم خاموش رہو۔

ہاں چلو مان لیتا ہوں۔ اب جلدی چلو۔ دانش نے سپر ڈالتے ہوئے کہا۔ اب میری پوری بات سنو۔ ہم لوگ ماسٹر صاحب کے لاکھ سمجھانے پر بھی گنبد کا جادو کہہ رہے تھے اور تالاب کے کنارے کھیلنے میں مصروف تھے شام ہونے کو تھی۔ بالآخر ماسٹر صاحب نے کنویں کے پاس لے جا کر آواز لگائی۔ وہی آواز واپس آئی، سب بچوں نے شور کیا۔ یہاں بھی جادو تب ماسٹر صاحب نے کہا کہ یہ صدیوں پرانا کنواں ہے۔ یہاں جنوں اور بھوتوں کا بسیرا ہے یہاں سے جلد لوٹنا ہو گا۔ یہ ترکیب کارگر ثابت ہوئی اور ہم لوگ جلدی جلدی سب جمع ہوئے اور گھر کی طرف لوٹے، اس طرح مغرب کی اذان

اصلاح

عابد کا دل پڑھنے لکھنے میں بالکل بھی نہیں لگتا تھا۔ وہ دسویں جماعت میں چار بار فیل ہو چکا تھا۔ عابد کو باتوں باتوں میں ہر شخص کا مذاق اڑانا اور گلیوں میں بے مقصد آوارہ گھومنا بہت پسند تھا۔ کلاس میں ماسٹر صاحب جب بھی اس سے کوئی سوال پوچھتے تو وہ اس کا اوٹ پٹانگ سا ہی جواب دیتا۔

ایک مرتبہ کلاس میں ماسٹر صاحب نے پوچھا: ''بتاؤ عابد! اکبر بادشاہ کون تھا؟''

عابد نے گھبرا کر جواب دیا: ''اکبر کوئی بادشاہ نہیں تھا وہ تو ہمارے محلے میں کرانہ دکان چلاتا تھا کچھ دنوں پہلے ہی اس کا انتقال ہوا ہے۔''

عابد کا یہ جواب سن کر سبھی لڑکے ہنسنے لگے۔ ماسٹر صاحب نے اسے سخت ڈانٹا اور دوسرا سوال پوچھا، ''آگرہ کیوں مشہور ہے؟'' ''اس لیے کہ وہاں ایک بہت بڑا پاگل خانہ ہے۔'' اس نے معصومیت سے جواب دیا۔

ماسٹر صاحب نے اس کی اس غلطی کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اس سے تیسرا سوال پوچھا، ''اچھا یہ بتاؤ قطب مینار کہاں ہے؟'' اس نے لمبی سانس لی اور کہا، ''میرے گھر کے آس پاس تو نہیں ہے۔''

ماسٹر صاحب غصّے میں لال ہو گئے۔ انھوں نے عابد کو بینچ پر کھڑے ہونے کی سزا دی۔ عابد بینچ پر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ ''ماسٹر صاحب! یہاں سے تو قطب مینار دکھائی نہیں دے رہا ہے۔'' ماسٹر صاحب نے غصّے میں آخر اسے کلاس سے باہر نکال دیا۔

عابد کو اپنے استادوں کا مذاق اڑانے اور اپنے ہم جماعتوں کے نئے نئے نام رکھنے میں بہت لطف آتا تھا۔ اس کی کلاس میں ایک غریب لڑکا بھی پڑھتا تھا۔ اس لڑکے کو کچھ بیماری تھی، بیماری میں وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ اس لڑکے کے بال بھی بہت الجھے ہوئے تھے۔ اس لڑکے کا نام تو عمران تھا لیکن اسے ''کدو'' کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ وہ اسے ہر روز اسی طرح چھیڑا کرتا تھا۔

''ابے او کدّو......! اِدھر آ تیری بھاجی پکا کر ہیڈ ماسٹر صاحب کو کھلاؤں گا۔''

''ابے او کدّو.....!سنا ہے تیرا باپ تجھے سبزی منڈی بیچنے گیا تھا مگر تجھے کسی نے نہیں خریدا؟''

''ابے او کدّو.....!تو اسکول میں کیسے آ گیا......؟ تجھے تو کھیت میں ہونا چاہیے تھا''...

جب کبھی حساب کے ماسٹر صاحب چھٹی پر ہوتے تو کلاس کے لڑکوں سے کہتا،''آج میں تمھیں حساب پڑھاؤں گا۔''

اور پھر وہ ماسٹر صاحب کی نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ''وضع وضع،جمع یعنی نہیں نہیں،ہاں ہوتا ہے۔''اگر کسی کام کے لیے منع کر دیا ہو تو پھر اس سے وہی کام کرنے کی اجازت طلب کرو۔اگر پھر بھی وہ اس کام کے لیے اجازت نہ دے تو وہ کام کر جاؤ اور اگر وہ آپ پر غصّہ ہو یا ڈانٹے تو اس سے صاف صاف کہہ دو ماسٹر صاحب نے کہا تھا کہ ''وضع وضع،جمع یعنی نہیں نہیں،ہاں ہوتا ہے۔''وہ آگے کہتا،''بچو...!میں نے تمھیں کل بتایا تھا کہ میرا باپ پان فروش تھا۔بچپن میں جب بھی شرارت کرتا تو وہ مجھے پان کھلایا کرتا تھا۔پان کھا کھا کر میں ماسٹر بن گیا لیکن مجھے آتا جاتا کچھ نہیں۔جب میں خود ایک طالب علم ہوا کرتا تھا تو مجھے حساب کے پرچے میں ایک بہت بڑا انڈا ملا کرتا تھا۔میں بہت ڈھیٹ تھا اور اسے بھی ابال کر کھا جایا کرتا تھا۔اسی وجہ سے میری صحت بہت اچھی ہے۔''میز پر رکھی لکڑی اٹھا کر کہتا،''میں جب تم لوگوں کو مارتا ہوں تو مجھے بہت خوشی محسوس ہوتی ہے اور مجھے ذرا بھی تھکان محسوس نہیں ہوتی۔میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے کوئی بھی ذرہ برابر بھی عزت نہیں کرتا لیکن اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔سچ بات تو یہ ہے کہ میں اس لائق ہی نہیں ہوں کہ کوئی میری عزت کرے!''....

''میرے پاس سب کچھ ہے بس نہیں ہے تو دماغ....! اگر کہیں سے مجھے ایک دماغ لا دو تو میں زندگی بھر تمھارا احسان مند رہوں گا...''

اسکول کی چھٹی کے بعد وہ آوارہ دوستوں کے ساتھ گلیوں اور بازاروں میں گھومتا رہتا تھا اور اکثر رات کافی دیر سے گھر پہنچتا تھا۔یہ اس کا روز کا معمول تھا جب بھی اس کے والدین اس سے دیر سے گھر آنے کی وجہ پوچھتے تو وہ جھٹ سے کوئی جھوٹا بہانہ کر دیتا کہ فلاں ماسٹر صاحب کے گھر پڑھنے گیا تھا یا فلاں دوست بہت بیمار تھا،اس کی عیادت کے لیے گیا تھا۔

ماسٹر صاحب ہوم ورک کا جو بھی کام کرنے کو دیتے تھے،وہ اسے کبھی نہیں کرتا تھا۔جب وہ امتحان میں فیل ہو جاتا اور اس کے والدین اس پر ناراض ہوتے تو وہ بڑی معصومیت سے جواب دیتا۔اس میں میرا کیا قصور ہے ماسٹر صاحب جان بوجھ کر میرے نمبر کاٹ لیتے ہیں۔

کیوں...!وہ کیوں تمھارے نمبر کاٹ لیتے ہیں...؟

''اس لیے کہ میں ان کا مذاق اڑاتا ہوں''عابد نے جواب دیا۔

اس کے والدین اس سے پوچھتے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو وہ بڑی سادگی سے جواب دیتا ہے''بس یوں ہی... کچھ عادت سی ہو گئی ہے۔''

اس کے والدین اس کی ان حرکتوں سے بہت پریشان تھے۔وہ یہ سوچ رہے تھے کی کم سے کم دسویں پاس ہو جائے تو اسے کسی تجارت کے کام میں لگا دیں۔ان لوگوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ عابد کو کھیل کود کے ماحول سے ہٹا کر کس طرح پڑھنے لکھنے کے لیے تیار کریں۔

اسکول کے سبھی ماسٹر،اس کے محلے کے لوگ اور خود اس کے والدین اس کی حرکتوں سے پریشان ہو چکے تھے۔اتفاق

دیکھیے کہ انہی دنوں ایک نئے ماسٹر صاحب اسکول میں ٹرانسفر ہوکر آئے۔ ان کی عادت تھی کہ بچوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچّوں کو کس چیز میں دلچسپی ہے وہ اس بات کا بھی جائزہ لیتے تھے۔

جب انھیں عابد کی حرکتوں اور ناکامیوں کا پتا چلا تو انھوں نے اس کی خوبی اور اس کے اندر کس چیز کی کمی ہے، اس کا جائزہ لینا شروع کیا اور وہ مسلسل اس پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ اسکول کے بعد وہ کس سے ملتا ہے، اس کا اٹھنا بیٹھنا کن لوگوں کے ساتھ ہے۔ مسلسل ایک ماہ تک اس پر نظر رکھنے کے بعد اور اس کی حرکت کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک دن اچانک انھوں نے عابد کے والدین کو اسکول بلایا۔

جب عابد کے والدین اسکول میں آئے تو ان کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ معلوم نہیں اب اس نے کون سی حرکت کی ہو؟

ماسٹر صاحب نے اس کے والدین کو بیٹھنے کے لیے کہا اور بتایا کہ میں نے ایک مہینے تک بہت باریکی سے آپ کے لڑکے کی عادت و خصلت کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کا لڑکا ہزار کوششوں کے بعد بھی پڑھنے میں دلچسپی نہیں لے سکتا کیونکہ اسے تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور اسے تعلیم سے سخت نفرت ہے۔ اسے تو صرف لوگوں کا مذاق اڑانا، لوگوں کو پریشان کرنا اچّھا لگتا ہے۔ اگر آپ میری بات مانیں تو آپ اپنے لڑکے کو کسی سرکس میں جوکر کے طور پر بھرتی کرادیجیے، مجھے پورا یقین ہے کہ یہ ایسے ایسے عجوبے اور کرتب دکھائے گا کہ لوگ ہنستے ہنستے پاگل ہوجائیں گے۔

عابد کے والدین کو ماسٹر صاحب کی باتوں سے ٹھیس لگی جب وہ گھر پہنچے تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ والدین کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر عابد نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس کے والد نے اسکول میں ماسٹر صاحب سے جو گفتگو ہوئی تھی عابد کو بتائی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ عابد نے اپنے والد کے آنسو پوچھے اور انہیں تسلی دیتے ہوئے بولا ”میں خود آپ لوگوں سے کئی دنوں سے یہ بات کہنا چاہتا تھا، مگر ہمّت نہیں ہوتی تھی۔“ ماسٹر صاحب اور عابد کی باتوں پر غور کرنے اور عابد کی خود سرکس میں دلچسپی دیکھتے ہوئے اس کے والدین بھی سرکس میں بھیجنے کو تیار ہوگئے۔ پھر کیا تھا اس کے والدین نے اسے ایک سرکس میں بھرتی کروادیا۔ کچھ دنوں کے بعد سرکس میں صرف اور صرف عابد ہی عابد کا نام سننے میں آنے لگا، لوگوں نے اسے بہت پسند کیا۔ سرکس کے مالک نے خوش ہوکر اس کی تنخواہ دگنی کردی۔

ایک بار جب سرکس کسی دوسرے ملک میں گیا تو عابد نے باہر کی دنیا کی سیر کرلی اور باہر کے ملکوں کے لوگوں نے بھی عابد کے کردار کو بہت پسند کیا۔ کچھ سالوں کے بعد وہ اپنے والدین سے ملنے کے لیے اپنے گھر آیا۔ اسکول میں جاکر ماسٹر صاحب کو سلام کیا اور نہایت احترام سے ماسٹر صاحب سے بولا۔

”ماسٹر صاحب...! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری صلاحیتوں کو سمجھا اور مجھے سرکس میں جانے کا مشورہ دیا۔ آج میں کامیاب ہوں اور آپ ہی کی وجہ سے کامیاب ہوں۔ سبھی استاد مجھ سے بہت پریشان تھے لیکن آپ نے مجھے سمجھا اور میرے والدین کو صحیح صلاح دے کر میری زندگی بنادی۔ اگر آپ میرے والد کو یہ صلاح نہ دیتے تو میں دسویں جماعت میں ہی فیل ہوتا رہتا اور گلیوں میں آوارہ گردی کر رہا ہوتا۔

■

Mohd Aslam Tanweer
Salma Manzil, Lal Madarsa
Waris Pura, Kamptee- 441001
Distt.: Nagpur (Maharashtra)

روشن حیات

کہانی

چور

دنیا چوروں سے بھری ہے۔ کوئی دل چراتا ہے تو کوئی نظر، کوئی روپے پیسے یا پھر پروپرٹی چراتا ہے تو کوئی کسی کی تخلیق، کوئی امتحان میں چیٹنگ کرکے مارکس چراتا ہے تو کوئی اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرکے کسی کا حق۔ کسی کے من میں چور چھپا ہوتا ہے، تو کسی کے ہاتھوں میں اتنی صفائی ہوتی ہے کہ وہ باتوں ہی باتوں میں سب کچھ چرا لے جائے اور خبر ہی نہ ہو۔ غرض قدم قدم پر چوروں سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے۔ کوئی یہ کام محض دل بہلانے کی خاطر کرتا ہے تو کوئی حالات کی ستم ظریفی سے مجبور ہوکر۔ بہت سالوں پہلے ایک ایسے ہی چور کی کہانی اپنی نانی اماں سے سنی تھی۔ اس چور کا نام تھا 'راجو'، لوگ اسے 'راجو ماسٹر' کے نام سے بھی یاد کرتے تھے کیونکہ راجو نے اس کام میں اتنی مہارت حاصل کرلی تھی کہ بڑے سے بڑا چور بھی اس کا حریف بننے سے کتراتا تھا۔ اس کا ایک گینگ بھی اس کے ساتھ تھا، جس کے سہارے وہ آئے دن چوریاں کرتا لیکن شاید قانون کے ہاتھ اتنے لمبے نہیں تھے کہ اس کا گریبان پکڑ سکیں۔ وہ قانون اور اس کے رکھوالوں کی ناک کے نیچے سے چوریاں کرتا اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ ہوتی بھی کیسے؟ وہ ان کی آنکھوں اور زبان پر رشوت کی مہریں جو ثبت کر چکا تھا۔

ایک رات وہ ایک گاؤں کے کسی مکان پر اپنے گروہ کے ساتھ چوری کرنے گیا۔ مکان مالک اور اس کے گھر والوں کو گن پوائنٹ پر ایک کونے میں کھڑا کرکے وہ لوگ تمام ساز و سامان، کیش وغیرہ سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ تبھی ان میں سے ایک چور کی نظر ایک چھوٹے سی سائیکل پر پڑی جو دیکھنے

میں بالکل نئی لگ رہی تھی۔ اسے وہ سائیکل بہت پسند آئی اور وہ اسے اپنے بیٹے کے لیے لے جانا چاہتا تھا۔ جلدی سے وہ اس سائیکل کی طرف بڑھا اور اسے لے کر جانے لگا۔ تبھی مکان مالک کا دس سالہ لڑکا، جو اب تک سہما ہوا ایک کونے میں اپنی ماں سے چمٹا ہوا تھا، دوڑ کر آیا اور اس چور کے سامنے بلک بلک کر رونے لگا۔ اس نے چور سے التجا کی ''انکل! میری سائیکل کو نہ لے جاؤ میں اسکول نہیں جا پاؤں گا۔ میرا اسکول گھر سے بہت دور ہے۔ ٹیچر نے مجھے ڈھیر سارا ہوم ورک دیا ہے اگر میں اسکول نہیں پہنچا تو دوسرے روز ٹیچر مجھے سزا دے گی۔ پلیز انکل! میری سائیکل نہ لے جاؤ۔ پلیز۔۔۔'' اتنا کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگا۔ لیکن اس چور کو لڑکے پر رحم نہ آیا اور وہ سائیکل لے جانے لگا۔ لڑکا بھی اپنی سائیکل سے چمٹا رہا۔ چور اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ راجو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہو۔ پھر اچانک بچے کی دلخراش آواز سے جیسے وہ جاگا اور چیخ کر اپنے ساتھی کو پکارا۔ ''پٹو!!! سائیکل چھوڑ دے'' ساتھی نے کہا ''نہیں ماسٹر! یہ سائیکل مجھے بہت پسند ہے۔ میں تو اسے لے کر ہی رہوں گا۔ میرا مارشل اسے دیکھے گا تو بہت خوش ہوگا''۔ وہ دل ہی دل میں اپنے بیٹے کو سائیکل پا کر خوش ہوتے دیکھ کر بہت مسرور ہو رہا تھا کہ راجو نے اب کی بار اسے پرزور لہجے میں تنبیہ کی ''دیکھ پٹو! میں کہتا ہوں کوئی دوسری چیز لے لے اس سائیکل کو چھوڑ دے۔ دیکھتا نہیں بچہ کتنا رو رہا ہے اس سائیکل کے لیے۔ چھوڑ دے یار کچھ اور لے لے۔'' پٹو نے پلٹ کر جواب دیا ''نہیں۔ میں تو یہی سائیکل لوں گا۔ ویسے ماسٹر! ہم نے کتنی ہی چوریاں کی ہیں، کتنی ہی عورتوں اور بچوں کو روتا بلکتا اور ماتم کرتا ہوا چھوڑا ہے تب تو تجھے کوئی رحم نہیں آیا لیکن آج اسی بچے پر تجھے اتنا پیار کیوں آ رہا ہے؟'' ''دیکھ، مجھے کوئی پیار ویار نہیں آ رہا ہے۔ بچے کی پڑھائی کا نقصان ہوگا۔ اس کا اسکول دور ہے اور جانے آنے کا بس یہی ایک ذریعہ ہے۔ ایسا نہ ہو صرف اس سائیکل کی وجہ سے اسے اپنی پڑھائی چھوڑنی پڑ جائے اور وہ کسی راجو اور پٹو کی طرح درندہ بن جائے۔ جیسے میں۔۔۔۔۔'' راجو نے خود کو سنبھالا جیسے وہ کسی گہری کھائی سے باہر آیا ہو۔ شاید وہ کسی ایسے ہی ناگہانی حادثے کا شکار ہوا ہو جس نے اس کی زندگی کو اتنا مکروہ کر دیا تھا۔ وہ پٹو سے التجا کرتا رہا، دھمکی بھی دی مگر پٹو اس کی کوئی بات ماننے کو تیار نہ تھا اور سائیکل لیے چلا جا رہا تھا۔ جب کوئی چارہ نہ رہا تب راجو نے اپنی گن سنبھالی، نشانہ تانا اور گولی پٹو کے بھیجے کو پھاڑتے ہوئے باہر آ گئی۔ پٹو وہیں ڈھیر ہو گیا۔ راجو نے وہ سائیکل بچے کو سونپی اور اس سے کہا ''بچے! اچھے سے پڑھائی پوری کرنا، خوب دل لگا کر پڑھنا اور ایک اچھا انسان بننا۔ کیونکہ علم سے بڑی دولت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ جس کے پاس علم ہو، وہی ایک کامیاب زندگی گزار سکتا ہے اور اگر نہ ہو تو درندہ، وحشی اور جانور بننے میں اسے دیر نہیں لگتی۔'' اور پھر وہ اپنے گروہ کے ساتھ واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد اخبار میں ایک خبر آئی کہ چوروں کا ایک گروہ پکڑا گیا ہے اور اسے کڑی سے کڑی سزا ملنے کی امید ہے۔

■

Roushan Hayat (Roushan Ara)
Gopinathpur
Purulia - (West Bengal)

کہانی

محمد نعمان احمد

گلو

دروازے کے پاس کوئی نہیں تھا اس لیے صفیہ نے بغیر دروازہ کھولے شیشے سے جھانک کر اندازہ لگا لیا کہ دروازے پر کوئی نہیں ہے مگر دروازہ کھٹکھٹایا کس نے؟'' پھر بھی صفیہ نے سوچا کوئی بچہ شرارت کر رہا ہوگا۔ صفیہ نے ٹی وی دیکھنے کی نیت سے ٹی وی کا بٹن دبایا تو پھر وہی کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ صفیہ غصے میں جھنجھلا کر بولی کون ہے؟ پھر بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ صفیہ ڈرنے لگی کیونکہ گھر میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا۔ گلو اور ڈیڈی تو واکنگ پر گئے ہیں اور ماں نائی کے یہاں۔

صفیہ نے ہمت سے کام لیا اور دروازہ کھولا تو کوئی نظر نہ آیا مگر نیچے نگاہ کی تو گلو تھا۔ صفیہ گلو کو ڈانٹ کر بولی آواز نہیں دے سکتے تھے تم نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ اب آ ہی گئے ہو تو چپ چاپ بیٹھ کر ٹی وی دیکھو اور کوئی شرارت نہیں۔

صفیہ اور گلو ٹی وی دیکھنے لگے۔ تبھی امی اور ابو آ گئے۔ صفیہ بولی ڈیڈی آپ اتنی دیر سے کیوں آئے۔ اگر گلو نہ آیا ہوتا تو...

صبح صبح سبھی بچے اسکول کی طرف بڑی خوشی سے جارہے تھے کیونکہ آج اسکول میں ریس لگائی جانی تھی اور اس مقابلہ کو جیتنے کی خواہش ہر بچے میں تھی۔ مگر صفیہ چاہتے ہوئے بھی اس کام کو کرنے سے محروم تھی کیونکہ وہ ایک پاؤں سے معذور تھی، لیکن گلو کسی چیمپین سے کم نہیں تھا۔ وہ جا کر لائن میں کھڑا ہو گیا اور ریس کا انتظار کرنے لگا۔ ایک لڑکا (راجو) جو ابھی اس اسکول میں نیا آیا تھا۔ اس نے کہا بھلا یہ کیسا انصاف ہوا۔ کوئی کتا بھی ریس کرتا ہے۔ پرنسپل صاحب ڈانٹ کر بولے دیکھو یہ کتا ضرور ہے مگر انسان سے کہیں اچھا ہے۔ اسے صفیہ کے غم کا احساس ہے۔ اسی لیے تو وہ صفیہ کو خوش کرنے کے لیے ریس کی لائن میں کھڑا ہو گیا ہے۔

آخرکار ریس شروع ہوئی۔ سبھی بڑی تیزی سے دوڑ لگانے لگے۔ مگر گلو اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ صفیہ نے گلو کی ہمت افزائی کی اور کہا Come on گلو Come on اتنا سننا تھا کہ گلو بھی دوڑنے لگا اور بڑی تیزی سے دوڑ کر تھوڑی ہی دیر میں وہ بہت دور تک چلا گیا۔ راجو نے غصے سے اسے ایک پاؤں

مارا۔ گلو زمین پر گر گیا۔ راجو بڑی تیزی کے ساتھ دوڑنے لگا اور وہ ریس جیتنے ہی والا تھا کہ نہ جانے کہاں سے گلو نے اپنی طوفانی ٹانگوں سے چھلانگ لگائی اور راجو کے سر کے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے ریس جیت گیا۔

سبھی خوشی کے مارے تالیاں بجانے لگے اور صفیہ نے خوشی سے گلو کو گلے لگا لیا۔ راجو کو بے حد غصہ آیا۔ وہ گلو سے بدلہ لینے کے بارے میں سوچنے لگا۔ سارا پلان اس نے اپنے شیطانی دماغ میں سوچ لیا۔

شام کو روز کی طرح گلو اور صفیہ کے ڈیڈی واک (Walk) کو آئے۔ راجو نے گلو کے سامنے ایک بسکٹ کا ٹکڑا پھینکا۔ جیسے جیسے گلو بسکٹ کھاتا جاتا ویسے ویسے راجو بھی گلو کے نزدیک آتا جاتا تھا۔ فوراً راجو نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور گلو کو مارنے والا ہی تھا کہ اچانک ایک کالے رنگ کی کار راجو کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور اس میں سے ایک موٹا ہیکل شخص نکلا اور اس نے راجو کو کھینچ کر کار کے اندر ڈھکیل دیا۔ گلو بڑے غور سے یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا۔ گلو بھی بڑا چالاک تھا اور وہ فوراً گاڑی کی ڈگی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ابھی کسی بھی شخص پر حملہ نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ گاڑی چلتے وقت حملہ کرنے سے کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لیے گلو گاڑی کے رکنے کا انتظار کرنے لگا۔ آخر کار گاڑی ایک اندھیری کوٹھری کے پاس رکی۔ ایک آدمی جو کہ کافی خطرناک معلوم ہو رہا تھا، اس نے راجو کے ابو کو جو کہ اس شہر کے چیئرمین تھے ان کے پاس فون لگایا اور بولا ''تمھارا بچہ ہمارے پاس ہے اگر ہمیں ایک کروڑ روپے نہ ملے تو تمھارے بیٹے کی ہم جان لے لیں گے۔

گلو ڈگی سے ساری باتیں سن رہا تھا۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر

وہ فوراً ڈرائیور پر کودا اور اسے ایک پنچ مارا۔ پھر وہ شخص جس نے راجو کو پکڑا تھا، اس نے ایک چاقو گلو کی جانب پھینکا، گلو کے جسم کو چھو کر چاقو اس پار گر گیا۔ گلو بال بال بچا۔ تبھی راجو کے ابو پولس کے ساتھ وہاں آ گئے اور راجو نے گلو کو گود میں اٹھایا اور پیار سے چوم کر بولا '' جسے میں ایک بیکار جانور ہی سمجھتا تھا اور میں اسے مارنے آیا تھا الٹا اس نے ہی میری جان بچائی ہے جو احسان گلو نے مجھ پر کیا ہے وہ ایک انسان بھی نہیں کر سکتا۔ پرنسپل صاحب نے ٹھیک ہی کہا تھا سچ مچ یہ '' جانور نہیں بلکہ انسان سے کہیں اچھا ہے۔''

اب روزانہ گلو، راجو اور صفیہ کے پاپ واکنگ کے لیے جاتے اور خوب مستی کیا کرتے تھے۔

■

Mohd Noman Ahmad
Al-Jamiatul Ashrafia
Room No C/1, Mubarakpur
Azamgarh - (UP)

استوتی اگروال

فرمانبرداری...

ہر شاگرد کو اپنے استاد کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔ استاد ہی ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتا ہے، چلنے سے مراد ہے کہ ہمیں اپنی منزل کو پانے کے لیے کیا کیا کرنا ہوگا وہ سب بتاتا ہے، ویسے تو ہر بچے کو اپنے والدین کا بھی فرمابردار ہونا چاہیے، کیونکہ کچھ بھی سیکھنے کے لیے فرمانبرداری پہلی شرط ہوتی ہے۔ استاد اپنے شاگرد کو کامیابی سے ہمکنار کرانے کے لیے اس کی ہر طرح سے مدد کرنے کے لیے بالکل تیار رہتا ہے، شاگرد کے ساتھ بہت محنت کرتا ہے تاکہ وہ اپنی منزل کو حاصل کر سکے، لیکن یہ تو شاگرد کی بھی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے استاد کی کن کن باتوں پر عمل کرتا ہے۔ جن شاگردوں نے اپنے استاد کی فرمانبرداری کی ہے کامیابی نے ہمیشہ ان کے قدم چومے ہیں اور جو لوگ اپنے استاد کی بات پر عمل نہیں کرتے، انھیں دھوکے میں رکھتے ہیں، ان سے جھوٹ بولتے ہیں وہ کبھی کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ اس کی ایک بہترین مثال علامہ شبلی نعمانی کی ہے...

''ایک بار کی بات ہے جب شبلی نعمانی کو 'علامہ' کا خطاب مل چکا تھا۔ ان کے استاد اقبال میدان، بھوپال میں پہنچے اور آواز لگائی...او شبلی...کہاں ہے تو.... شبلی نعمانی کو محسوس ہو گیا تھا کہ استاد آ گئے ہیں۔ ان کا ایک پیر کسی وجہ سے کٹ گیا تھا لیکن استاد سے ملنے کی تڑپ کی وجہ سے وہ جذبات میں ایک پیر سے ہی دوڑتے دوڑتے استاد کے پاس پہنچ گئے۔ تب استاد نے کہا، ''یہ مت سمجھنا کہ تجھے علامہ کا خطاب مل گیا ہے تو کچھ بھی کرے، اب تو تیرے پڑھنے کا دور ہے''۔

اور بھی ایسی ہی استاد شاگرد کی کئی مثالیں ہیں جن میں ابوالکلام آزاد، افلاطون، ارسطو وغیرہ نمایاں نام ہیں۔

ایسے ہی رئیس بھی اپنے استاد کا بہت فرمانبردار تھا۔ استاد کی ہر بات مانتا اور اس پر عمل کرتا۔ وہ اکثر کلاس میں اچھے نمبر حاصل کرتا اور استاد کی دعائیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتیں، اس نے کبھی بھی استاد کی بات نظر انداز نہیں کی تھی، ہمیشہ ان کا ادب کرتا، کبھی بھی استاد کو شکایت کا موقع نہ دیتا۔ استاد ہمیشہ اس کی دوسروں کی مدد کے جذبے، محنتی، ایمانداری اور دُھن کے پکّے

ہونے کی تعریفیں کرتے اور جب بھی اس کے والدین میٹنگ میں اسکول آتے تو ہمیشہ کہتے...

''اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا بیٹا بہت لائق ہے، جو آگے چل کر بہت کامیاب ہوگا''۔

کچھ دن اور گزر گئے، امتحان قریب تھے۔ سبھی بچے اچھا رزلٹ بنانے کے لیے جی جان سے محنت کر رہے تھے۔ ویسے تو رئیس کبھی بھی اسکول کی چھٹی نہیں کرتا تھا، لیکن نہ جانے کیوں اس دن وہ اسکول ہی نہیں آیا.....استاد کو اس کی فکر ہو رہی تھی۔ بے چینی سے انھوں نے اس کے خاص دوست احمد سے پوچھا...

''احمد! کیا تمھیں پتا ہے..... آج رئیس اسکول کیوں نہیں آیا.....؟''

''نہیں استاد... مجھ سے تو رئیس نے اس سلسلے میں کچھ بھی بات نہیں کی''۔ احمد نے استاد کا احترام کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا کوئی بات نہیں...''۔

اس دن رئیس گھر سے نکلا ہی تھا کہ راستے میں اسے ایک سونے کا قیمتی ہار سڑک پر پڑا مل گیا۔ رئیس کی ہمیشہ سے عادت تھی کہ وہ روز صبح اخبار پڑھ کر ہی اسکول جاتا تھا۔ یکا یک اسے یاد آیا کہ میں نے کل کے اخبار میں یہ خبر پڑھی تھی کہ کسی امیر گھر کی عورت کا خاندانی ہار گم ہو گیا ہے۔ اسے اپنے استاد کی بات یاد آئی کہ وہ ہمیشہ سے کہا کرتے تھے...''کبھی بھی کسی کی قیمتی چیز یا کچھ اور ملے تو اسے جا کر پولیس کے حوالے کر دینا چاہیے''۔

رئیس کے دماغ میں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو مجھے ہی چور سمجھ لیا جائے، لیکن سب سے پہلے استاد کی نصیحت پر عمل کرنا تو اس کا فرض تھا، وہ بھاگا بھاگا قریب کے ایک پولس اسٹیشن میں پہنچ گیا...کرسی پر انسپکٹر صاحب بیٹھے ہوئے تھا۔ وہ بہت ہڑبڑایا ہوا تھا۔ انسپکٹر صاحب کام میں مصروف تھے، لیکن انہوں نے رئیس کو دیکھ لیا تھا۔

''بچے..تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''۔ سوالیہ انداز میں انہوں نے پوچھا۔

''انکل... مجھے راستے میں ایک ہار پڑا ہوا ملا تو میں اسے واپس کرنے آیا ہوں۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے استاد نے سکھایا ہے کسی کی کوئی بھی چیز رکھنا اچھی بات نہیں ہوتی''۔

پولیس انسپکٹر تھوڑی دیر کے لیے حیران تھے، لیکن ایک چھوٹے سے بچے کے منہ سے ایمان کی باتیں سن کر وہ خوش بھی تھے...''شاباش..بیٹے...شاباش..ہمارے ملک کو تمھارے جیسے ایماندار لوگوں کی ہی ضرورت ہے۔ تمہاری ایمانداری کو میں سلام کرتا ہوں''۔

دوسرے دن اخبار میں ہار کے ملنے کی خبر کے ساتھ ساتھ رئیس کا بھی نام شامل تھا اور اس کی تعریف ہر گلی کوچے میں کی جا رہی تھی۔ استاد نے جب یہ خبر پڑھی تو وہ بھاگے بھاگے اس کے گھر پہنچے...

''رئیس کہاں ہو تم...جلدی باہر آؤ...''۔

''ارے استاد..آپ..یہاں؟''

رئیس کے والدین بھی استاد کی آواز سن کر باہر آ گئے، پہلے تو انھیں لگا کہ رئیس نے کوئی شرارت کی ہوگی ،لیکن جب استاد نے انھیں حقیقت بتائی تو اس کی والدین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ..اور رئیس نے پھر سے کہا...''استاد یہ سب آپ کی مہربانیوں کا ہی نتیجہ ہے!''۔

بے شک جو بچے استاد کی عزت کرتے ہیں ان کی دنیا عزت کرتی ہے۔

■

Stuti Agrawal
Agrawal Jewellers
Sironj - 464228 (MP)
Mob.: 9575089694

سولہویں قسط

اردو زبان کا جادو

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' آپ سب کا اپنا رسالہ ہے۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ رسالے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد تحریریں شائع کی جائیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زبان 'اردو' کو فروغ دیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس زبان کو سیکھیں۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اگر اس میں کھیل اور مزے کو شامل کرلیا جائے تو سیکھنے میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ ہم نے اردو زبان کے لسانی کھیلوں پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کیا ہے جو قومی اردو کونسل سے شائع کتاب 'اردو زبان کا جادو' سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب اس سلسلے کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

اِس ذہنی آزمائش کے جوابات اِسی شمارے میں آپ کو مل جائیں گے۔

(16) رنگ بدلتے حروف

مقصد : مختلف الفاظ میں عام حروف کی پہچان۔

ہدایت : ذیل میں کچھ حروف دیے گئے ہیں۔ ان حروف کی مختلف شکلوں سے الفاظ بنائیے۔ خالی خانوں میں لکھیے۔

کھلاڑی: 1 وقت: 7 منٹ نمبر: ہر لفظ کے لیے 1

مثال:

	س	سانس	سرا	سچ
1	ص			
2	ب			
3	ع			
4	ف			
5	ک			
6	م			
7	ن			

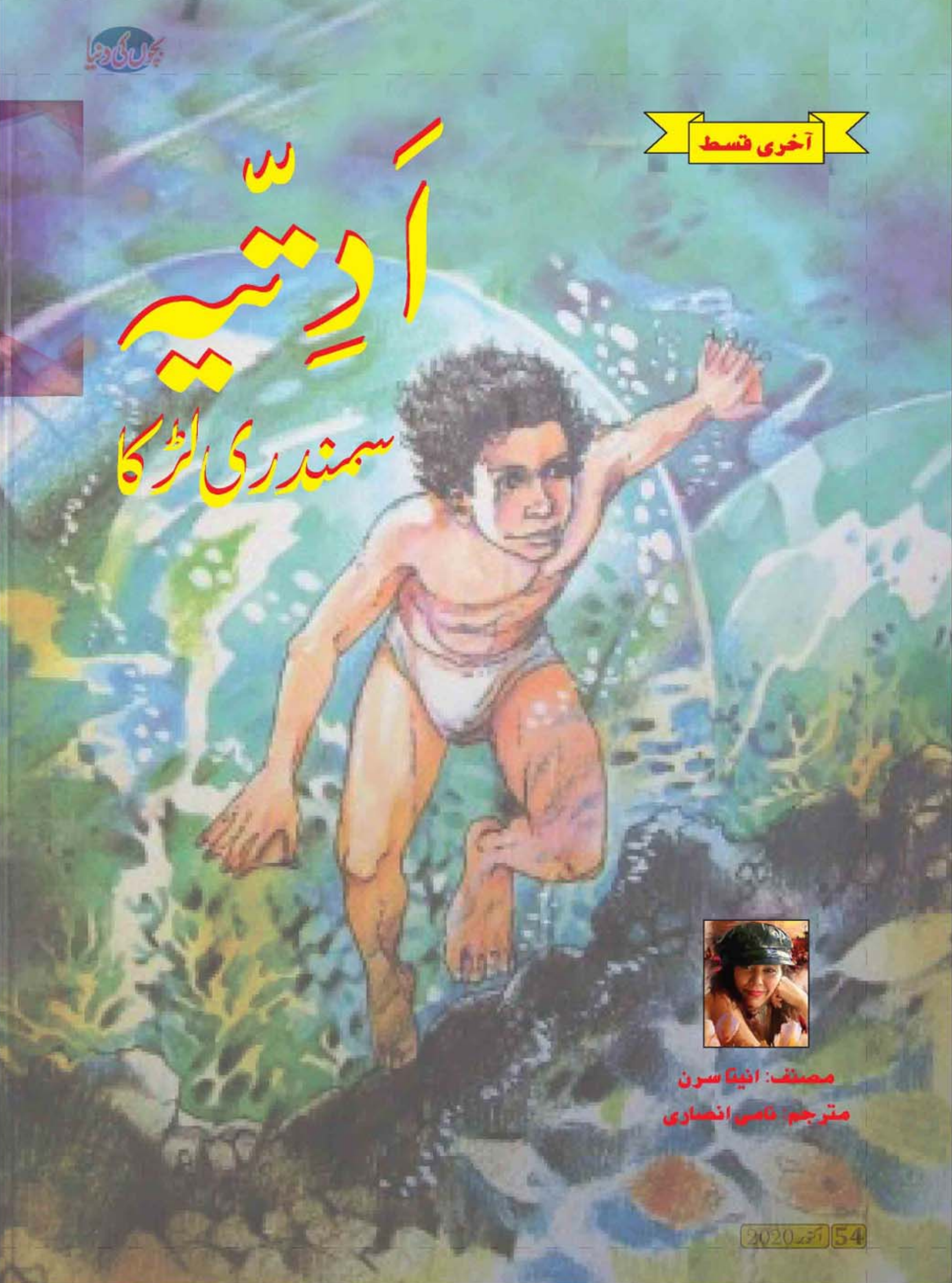

آخری قسط

اَدِتّیہ

سمندری لڑکا

مصنف: انیتا سرن
مترجم: نامی انصاری

پروفیسر سین سمندر اور سمندری مخلوقات پر ریسرچ کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنے جین سے ایک سمندری انسان تیار کیا تھا جو آدھا انسان اور آدھا ڈولفن ہے۔ جو انسانوں کی طرح بات کرتا ہے۔ ڈولفن کی باتیں سن سکتا ہے۔ انہیں جواب دے سکتا ہے، اس انوکھی مخلوق کا نام ادتیہ ہے۔ پروفیسر سین نے سمندر کی گہرائی میں دفن راز اور ڈولفن سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اسے بنایا ہے۔پندرہ ڈولفن مچھلیوں نے طویل سفر شروع کیا تو ادتیہ ان مچھلیو ں کی 'لیڈر کی' کی پیٹھ پر بیٹھ کر سمندری سفر پر روانہ ہوگیا۔ سبھی لوگ آسٹریلیا پہنچ گئے۔ وہاں انہیں ڈاکوؤں کا ایک جہاز سمندر کی تہہ میں نظر آیا۔ جہاز کے کیپٹن کی لاش کے ہاتھ میں ایک لاکٹ تھا جس کے اندرایک کاغذ نکلتا ہے ۔اس میں اس شخص کا اپنی بیوی کے لیے پیغام ہوتا ہے۔ ادتیہ اُسے وہیں چھوڑ دیتا ہے۔ ڈولفن مچھلیاں ادتیہ کے گرد جمع ہوجاتی ہیں۔ کی نامی ڈولفن مچھلی ادتیہ کو سمندر کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتی ہے جس سے سمندر، زمین اور ان سے متعلق بہت سے اسرار سامنے آتے ہیں۔ایک دن اس کی نظر نارنجی رنگ کی طشتری پرپڑتی ہے اور وہ اس کی حقیقت جاننے کی کھوج میں لگ جاتا ہے۔پھر پرنس اٹلان، ادتیہ، بادل دوست، کی اور شہزادی اٹلیا کی ملاقات ہوتی ہے۔ پودے نما کیڑے مکوڑوں، ڈولفن سے دوچار نیز برمودا کے تکون مندر کے بارے میںپتہ چلتاہے۔ اسی دوران ڈولفن نے ایک بچہ کی تفریح کا سامان فراہم کیا۔اورادتیہ نے تیسری آنکھ کے ذریعے قربانی کے مندر کے حیرت انگیز واقعات دیکھے۔ادتیہ نے غیر فطری انسان کا بھی مشاہدہ کیا۔اور لال رنگ کے گل بوٹے والی مینا بھی دیکھی۔آگے چل کر ادتیہ کی ایک جوگی سے ملاقات ہوئی۔جو سمندر میں اچھاخاصا وقت گزارنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔جوگی نے ادتیہ کوبتایاکہ ایک انسان پانی میں دیر تک کس طرح رہ سکتاہے ۔اس کے بعد ادتیہ اور جوگی اڑتے ہوئے ڈچ مین کو دیکھتے ہیں اور اسے شیطان سے آزادکرنے کے لیے جادوگر کو تلاش کرتے ہیں۔ پھر اچانک ایٹمی آسیب کے خطرات منڈلانے لگتے ہیں، جن کے خاتمے کے لیے وہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اب آگے

پوکا نے پوز بنایا

ادتیہ نے اگلی صبح پوکا سے پوچھا ''کیا تمھارے ای۔یوہ'' نے تم کو بتایا ہے کہ تمھارا راڈار، کس طرح کام کرتا ہے؟''
''ہاں کچھ کچھ۔ پوکا نے لہروں سے کھیلتے ہوئے جواب دیا۔
''ہم اپنے ماتھے سے ہلکی آوزیں بھیجتے ہیں جوایک لہر میں بدل کر پانی کے اندر، ہوا سے زیادہ تیز رفتار سے دوڑتی ہیں۔ یہ آواز اس چیز سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتی ہے جس کے بارے میں ہم جاننا چاہتے ہیں اور ہم اسے سن لیتے ہیں۔''بہت دل چسپ!'' ہم لوگ اپنے جبڑوں کی موٹی چربی کے ذریعے سنتے ہیں۔ یہاں سے آواز ہمارے اندرونی کانوں تک پہنچتی ہے اور وہاں سے سیدھے دماغ میں۔تم جانتے ہو کہ ہم کسی چیز کو یہ جاننے کے لیے کہ وہ کہاں ہے اور کیسی ہے، اس کو دیکھتے نہیں ہیں۔ سفر میں خاص طور سے یہ طریقہ بہت کارگر ہوتا ہے۔'' کیا کیا نے اس طریقے سے میرا امیج تم کو بھیجا تھا؟'' ''ہاں بالکل۔'' ''تم ابھی اپنی جلد سے سپنا دیکھنے کا گانا گا رہی تھیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟'' ''تم بہت سوالات پوچھتے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں ہے۔ میں سب کا جواب دوں گی۔ تم

دیکھتے ہو کہ ہماری نظر اتنی اچھی نہیں ہے جتنی تمھاری یا سمندری بگلے کی۔ اس لیے ہم جتنا دیکھ سکتے ہیں اس سے زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ اپنی جلد سے سپنے سیکھنا، دنیا کو دیکھنے اور سمجھنے کا ہمارا اپنا خاص طریقہ ہے۔ ہم یہ کبھی نہیں سوچتے کہ سورج کیوں چمکتا ہے۔ ہم تو صرف دھوپ کا لطف اٹھاتے ہیں۔''
پوکا نے کھلی ہوا میں سانس لیتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔
''ہم انسان تو صرف اپنے دماغوں سے سپنے دیکھتے ہیں۔ اپنی جلد سے کبھی نہیں اگر ہم یہ جاننے کی کوشش نہ کریں کہ سورج کیوں چمکتا ہے تو ہمیں اپنا علم ادھورا محسوس ہوگا۔''
''اگر تم ہر چیز کو جان لوگے تو پھر حیرت کہاں باقی رہے گی؟'' یہی بات توکی بھی کہتی ہے۔''

پانی میں ایک زوردار چھپاکا ہوا۔ ادتیہ نے سمجھ لیا کہ وہ ساحل کے بالکل پاس ہے۔ ایک آدمی وہاں تیر رہا تھا۔ ''وہ آدمی میرے بارے میں سوچ رہا ہے۔ میں اس کے دماغ میں اپنا امیج دیکھ رہی ہوں۔'' پوکا نے ادتیہ کو بتایا ''اس نے بہت دیر تک میرا انتظار کیا ہے اور وہ واپس لوٹنے والا ہے۔ وہ یہاں تک صرف مجھے دیکھنے کے لیے ہی آیا ہے۔ وہ بہت اداس ہے۔'' ''تم تو یہ سب باتیں اس طرح کہہ رہی ہو پوکا، جیسے اس کے دماغ میں جو خیالات آرہے ہیں۔ تم ان کو پڑھتی جارہی ہو۔'' ''بالکل!'' پوکا نے جواب دیا۔ اب چونکہ وہ پانی میں آگیا ہے اس لیے میں اس کو مایوس ہوکر واپس نہیں جانے دوں گی۔ اگر وہ کشتی میں سوار ہوکر آیا ہوتا تو میں سمجھتی کہ وہ مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔'' ''میرا خیال ہے کہ وہ تمھارا فوٹو اتارنا چاہتا ہے۔ میں نے ریت پر اس کا کیمرہ پڑا ہوا دیکھا ہے۔''
''فوٹو کیا چیز ہے؟'' پوکا نے ادتیہ سے دریافت کیا۔
''فوٹوگراف ایک تصویر ہے جو ایک خاص کاغذ پر بنائی جاتی ہے۔ یہ تصویر ایک چھوٹی سی مشین سے بنتی ہے جس کو کیمرہ کہتے ہیں۔ یہ کیمرہ بالکل انسانی آنکھ کی طرح کام کرتا ہے۔ فوٹوگرافر جب تمھاری تصویر کھینچنا چاہتا ہے تو وہ کیمرے کے اندر لگا ہوا چھوٹا سا شیشہ تمھارے سامنے کرکے ایک بٹن دبا دیتا ہے جس سے تمھارا عکس اس کے اندر آجاتا ہے۔''

اس درمیان وہ آدمی کنارے کی ریت پر پہنچ کر ایک بڑی تولیہ سے اپنا بدن پوچھنے لگا تھا۔ ''کون جانتا ہے کہ وہ 'اور کا پریمی' ہو۔ ممکن ہے کہ وہ ایک جرنلسٹ ہو، جو تمھارے بارے میں اخبار میں ایک مضمون لکھنا چاہتا ہو اور تم کو آدمیوں کے ظلم سے بچانا چاہتا ہو۔'' ادتیہ نے کہا۔

یہ دیکھ کر اس آدمی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ توپ کی آواز جیسی سانسیں لیتی ہوئی ایک اور کا کنارے کی طرف آرہی ہے۔ اس نے اپنی سانس روک لی کہ کہیں اور کا ڈر نہ جائے۔ پوکا ساحل پر پہنچ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ریت پر اس آدمی کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر جاکر بیٹھ گئی۔ اس کی بھوری آنکھیں سیدھے فوٹوگرافر کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ وہ آدمی مارے خوشی کے اٹھ کر پوکا کے چاروں طرف ناچنے لگا۔ وہ ہنس بھی رہا تھا اور جاپانی زبان میں کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ پوکا بھی اس کے ساتھ اچھل رہی تھی۔ اس نے ادتیہ کو نہیں دیکھا، کیونکہ وہ اپنی فلم خالی کرنے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ادتیہ نے سوچا کہ یہ آدمی کبھی پوکا کو نہیں سمجھ سکے گا۔ وہ تو یہی سوچ رہا ہے کہ خوش قسمتی سے ایک اور کا یہاں آگئی ہے۔

اس واقعے کے بہت دنوں کے بعد، جب پوکا چھوٹی چھوٹی مچھلیوں سے اپنا ناشتہ کررہی تھی اور ادتیہ بھی اپنا کھانا کھانے ہی والا تھا کہ اچانک بادل دوست نمودار ہوا اور ادتیہ سے کہا۔
''تم کو بہت جلد کلکتے واپس جانا ہے'' ''کیوں؟ کیا پاپا

کو کچھ ہوگیا ہے!'' ادتیہ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ کر گر گیا۔

''کچھ ہونے والا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ تمھارے پاپا کی لیبوریٹری کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس پر پتھراؤ کر رہے ہیں۔ تمھارے پاپا نے تمھارے بارے میں صرف اپنا ایک مضمون اخبارات میں چھپوایا ہے۔ ابھی وہ تمھارے بارے میں صرف باتیں کرتے تھے لیکن اب وہ بہت سنجیدہ ہیں۔ ان کی بات کو کوئی نہیں تسلیم کرتا۔ کچھ لوگ صرف اس بات سے ناراض ہیں کہ ان کے جیسے سائنس داں ہی لوگوں کو اس بات کے ماننے پر آمادہ کر رہے ہیں کہ انسانی نسل کا مستقبل، امیدوں سے خالی نہیں ہے۔'''' تب تو پھر مجھے فوراً واپس جانا چاہیے مگر کیسے؟ وہاں تک مجھے کرافٹ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ وقت بہت کم ہے اور بہت قیمتی ہے۔'' ''پریشان مت ہو۔ پرنس اٹلان نے اپنا خلائی جہاز تیار کر دیا ہے جو تمھیں کلکتہ پہنچا دے گا۔ تم وہاں بس ایک منٹ میں پہنچ جاؤ گے۔ اب فوراً جہاز میں سوار ہو جاؤ۔ اور پائلٹ سے کہو کہ وہ جلد سے جلد تمھیں کلکتہ پہنچا دے۔ تسلی رکھو! تم ایک بہادر نوجوان ہو!''

کلکتہ

جس وقت ادتیہ کو لے کر خلائی جہاز سمندر سے اوپر اٹھا۔ اس وقت اژدہا کشنا، آسمان پر اپنی پھونک سے شعلے پھیلا رہا تھا۔ شام ہونے والی تھی۔ کرافٹ اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ ان کو مشکل ہی سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ سفر کر رہے ہیں۔ ادتیہ کے دماغ میں بار بار یہی خیال گونج رہا تھا کہ میں پاپا سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس کو اس کی بھی بڑی فکر تھی کہ کہیں مجھے دیر نہ ہو جائے۔ اس نے اس خیال کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا کہ لوگ اس کے پاپا کے لیب کو گھیرے ہوئے ہیں اور اس پر پتھر مار رہے ہیں اور ان کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔

کلکتہ کے آس پاس ادتیہ نے جو پہلی چیز دیکھی وہ ہریالی تھی۔ ہر جگہ ہرے بھرے درخت لگے ہوئے تھے۔ کچھ پیڑ تو گھروں کے آنگن سے بھی سر نکالے ہوئے تھے۔ وہ مسکرایا کہ پرنس اٹلان نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ وہ ایک میدان میں بنے

ہیلی پیڈ پر اترنے جا رہے تھے کہ کرافٹ کے انجن سے کوئی انوکھی آواز نکلی۔ کرافٹ کے اتار میں وقفہ لگ رہا تھا۔ ادتیہ کچھ تناؤ میں آ گیا۔ ''پائلٹ کیا کچھ گڑبڑ ہے۔'' ادتیہ نے اپنی سیٹ سے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا ''ہاں! انجن میں کچھ خرابی معلوم ہوتی ہے۔ شاید ہمیں تمھارے پاپا کے لیب سے ایک کلومیٹر آگے اترنا پڑے۔'' ''خدایا! میرے والد کی حفاظت کرنا۔ ہم ان کی لیب تک کس طرح پہنچیں گے۔ کہیں بھیڑ سے ان کو نقصان نہ پہنچ جائے!'' ''پریشان مت ہو ادتیہ! ہم لوگ موقع دیکھ کر کام کریں گے۔ اگر تم پریشان ہوتے رہے تو صحیح سمت میں نہیں سوچ پاؤ گے۔''

ادتیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''کرافٹ کے انجن کو بھی ایسے ہی نازک موقع پر خراب ہونا تھا۔ شاید یہ انجن بہت دنوں تک پانی کے اندر رہنے کی وجہ سے زنگ کھا گیا تھا اور اڑان سے پہلے اس کی ٹھیک سے جانچ نہیں ہو سکی۔'' ادتیہ نے گہری سانس لے کر خود کو اس خوف سے الگ کرنا چاہا جو اس کے بدن میں تیزی سے سرایت کر رہا تھا۔

کرافٹ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ زمین پر آسانی سے اتر گیا۔ ادتیہ نے سوراخ سے باہر جھانکا۔ وہاں سامنے کوئی نہیں تھا۔ شاید وہ لیب تک بغیر کسی کو نظر آئے پہنچ سکتا ہے لیکن لیب تو وہاں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ کرافٹ کا دروازہ کھلا اور جب وہ نیچے اترا تو اس کے پیر زمین کی گرد میں ڈوب گئے۔ ہوشیار رہو اور دوڑنے سے پہلے چاروں طرف دیکھ لینا۔ تم کو ابھی لوگوں کی نظر میں نہیں آنا ہے۔'' پائلٹ نے پیچھے سے ادتیہ کو بتایا۔ ''ہم کو بہت جلد چلنا چاہیے۔'' ادتیہ کے پیر ہیلی پیڈ پر پھسل رہے تھے۔

''پیڑوں کے جھنڈ کی طرف بڑھو۔'' پائلٹ نے کچھ فاصلے پر واقع ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو جھاڑی کے پیچھے سے ان کی طرف تاک رہا تھا۔

''یہاں سے بھاگو'' پائلٹ نے کہا جیسے ہی وہ آگے بڑھنے کو مڑے، اس آدمی نے چلا کر کہا ''یہ وہی سمندری لڑکا ہے۔ اس کو مت جانے دو۔'' ادتیہ نے سامنے دیکھا تو پیچھے مکانوں سے نکل نکل کر لوگ وہاں اکٹھا ہونے لگے تھے۔ ''دوڑتے رہو۔ رکنا مت۔'' پائلٹ نے چیخ کر ادتیہ سے کہا۔ لوگ ان کے پیچھے شور مچاتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ پائلٹ نے یہ دیکھ کر اپنی 'لیزر گن' نکالی اور ہوا میں فائر کر دیا۔ اس سے

ایک اندھی سی روشنی نکلی اور بھاگتے ہوئے آدمیوں کے قدم رک گئے۔ان کے چہروں سے، ڈر جھلک رہا تھا۔''اب ٹھیک ہے'' پائلٹ نے کہا۔

ایک بڑی بھیڑ پروفیسر سین کے لیب کو گھیرے ہوئے اس پر پتھراؤ کررہی تھی اور ان کے خلاف شور مچا رہی تھی۔ ''شاید ہمیں دیر ہوگئی'' ادتیہ نے جھلا کر کہا ''نہیں زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے'' پائلٹ اپنی لیزر گن ہاتھ میں لیے ہوئے بھیڑ کی طرف بڑھا۔''بند کرو! یہ سب فوراً بند کرو!'' آدمیوں کے ہاتھوں سے پتھر چھوٹ کر زمین پر گر گئے۔''پروفیسر سین کے بارے میں اصل سچائی یہ لڑکا ہے'' پائلٹ نے ادتیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بھیڑ سے کہا۔

''یہ اس کا بیٹا ہے اور دنیا کا پہلا سمندری لڑکا۔'' بھیڑ کے لوگ حیرت زدہ ہوکر اس لڑکے کو دیکھنے لگے جو اپنے بھیگے ہوئے سوٹ میں، غصے کے عالم میں ان کے سامنے کھڑا تھا۔ادتیہ کو شاید اس سے پہلے اتنا غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔وہ ان پر چیخنا چلانا چاہتا تھا مگر اس کو فوراً ہی کی یاد آگئی جو کبھی غصے میں نہیں آتی تھی۔''مجھے دیکھیے!'' اس نے بھیڑ میں کھڑے آدمیوں سے ملائمت سے کہا ''اب آپ کو میرے پاپا پر یقین آیا؟'' اس نے پروفیسر سین کو آواز دی۔

''آپ باہر آسکتے ہیں پاپا! یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔'' دروازہ آہستہ سے کھلا اور سائنس داں باہر آ گیا۔اس کا چہرہ زرد ہوگیا تھا۔اس کے ماتھے پر زخم تھا اور اس کے چشمے کا ایک شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔

''میرے بیٹے!'' ادتیہ کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل گیا۔وہ ہاتھ پھیلا کر ادتیہ کی طرف دوڑا اور اس کو اپنے سینے سے لگالیا۔ ''یہ تو صرف کھرونچ ہے بیٹے'' وہ اپنے بازوؤں میں ادتیہ کو لیے ہوئے بولا۔

'میں تمھیں دیکھ رہا ہوں ادتیہ! تم تو اب اور زیادہ لمبے اور مضبوط ہوگئے ہو۔ میں تمھیں دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ تمھارے بغیر میں بہت پریشان تھا لیکن ہوشیار رہو بیٹے! یہاں بہت خطرہ ہے۔'' ''فکر مت کیجیے پاپا۔ یہاں لےٹس (پائلٹ) موجود ہے اور یہ ایک بہترین محافظ (گارڈ) ہے۔ پروفیسر نے لےٹس کی طرف دیکھا اور پیار سے مسکرا دیا۔اس کی آنکھوں میں اطمینان اور سکون تھا۔لےٹس نے اپنے سر کو خم کر کے اس کا شکریہ ادا کیا۔بھیڑ کے لوگ یہ سارا منظر بڑے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔

''بیٹے! اب کچھ دیر ٹھہرو اور مجھے سمندر کے اندر کا حال بتاؤ۔''

''پہلے مجھے ان لوگوں سے کچھ کہنا ہے۔اس نے بھیڑ کی طرف دیکھ کر کہا جواب چھٹ رہی تھی۔''ذرا دیر ٹھہرو!'' اس نے چلا کر لوگوں سے کہا۔''میں تمھارے لیے ڈولفنوں کا ایک پیغام لایا ہوں۔انھوں نے کہا کہ ان کی سمندر کی دنیا میں تمھارا سواگت ہے لیکن کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟'' آدمیوں کے منہ لٹک گئے۔کم سے کم ایک بات کا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔سمندر کے اندر تم اپنی اس دنیا سے کہیں زیادہ خوش رہو گے۔'' ''ادتیہ کو کی کا خیال آرہا تھا۔وہ ان کو نرمی اور ملائمت سکھائے گی۔وہ ان کو بتائے گی کہ وہ کس طرح اپنی حیرت کے احساس کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔''

ختم شد

■

ماخذ: اَدتیہ–سمندری لڑکا، مصنف: انیتا سرن
مصور: سُبیر رائے، مترجم: نامی انصاری
ناشران: (1) چلڈرن بک ٹرسٹ
(2) قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی (3) بچوں کا ادبی ٹرسٹ

چمن چمن کے پھول

آرہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

حالی

ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

فانی بدایونی

آبادی بھی دیکھی ہے ویرانے بھی دیکھے ہیں
جو اجڑے اور پھر نہ بسے دل وہ نرالی بستی ہے

فانی بدایونی

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

جگر مرادآبادی

آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی ہم عصرو
جب یہ دھیان آئے گا ان کو، تم نے فراق کو دیکھا ہے

فراق گورکھپوری

استاد کا ڈر، فیس کا غم، ماں کا تصور
اسکول سے خالی کوئی بچہ نہیں آتا

عشرت جالندھری

اس کا دل اپنا گھر تھا، اپنے گھر میں رہتے تھے
وہ بھی کیا دن تھے جب ہم چاندنگر میں رہتے تھے

عبداللہ کمال

اس طرح میرے گناہوں کو وہ دھو دیتی ہے
ماں بہت غصے میں ہوتی ہے تو رو دیتی ہے

منوررانا

اجالے بانٹنے والوں پہ کیا گزرتی ہے
کسی چراغ کے مانند جل کے دیکھوں گا

ڈاکٹر راحت اندوری

امیر شہر تیری طرح قیمتی پوشاک
مری گلی میں بھکاری پہن کے آتے ہیں

ڈاکٹر راحت اندوری

اصولوں پر جہاں آنچ آئے ٹکرانا ضروری ہے
جو زندہ ہو تو پھر زندہ نظر آنا ضروری ہے

وسیم بریلوی

آپ ہندو، میں مسلمان، یہ عیسائی، وہ سکھ
یار چھوڑو یہ سیاست ہے، چلو عشق کریں

ڈاکٹر راحت اندوری

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

حیرت الہٰ آبادی

■

ماخذ: شعرستان (برائے بیت بازی): مرتبہ: ڈاکٹر عائشہ سمن
سنہ اشاعت: 2019، ناشر: الفاظ پبلی کیشنز، ناگپور، مہاراشٹر

آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کر لیں تو سمجھ لیں کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

خطیب ملیحہ تاتیما، حاجی محمد پاڈیلا پرائمری اسکول، صوبیدار، پربھنی (مہاراشٹر)

وسیم شیخ صلاح الدین، درجہ ہفتم
مالیگاؤں پالیکا اردو پرائمری اسکول نمبر 31، مالیگاؤں (مہاراشٹر)

سید نعمان علی سید مختار علی، فاطمہ پرائمری اسکول، پربھنی (مہاراشٹر)

عریشہ، ژیڈ پی اردو اسکول، مہاراشٹر

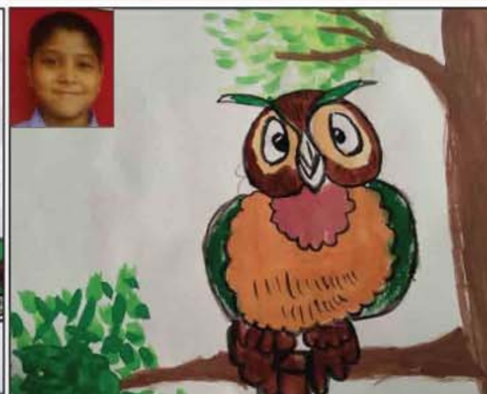

اطیب احمد، درجہ سوم، دیو سماج موڈرن اسکول
نمبر2، سکھ دیو وہار، دہلی 25

فرحین، ژیڈ پی اردو اسکول، مہاراشٹر

ایک کلک پر ادب اطفال کا بیش بہا خزانہ

پیارے بچو! آپ کے ذوق کی کتابیں اگر نہیں مل پا رہی ہیں تو مایوس نہ ہوں۔ قومی اردو کونسل کے موبائل ایپ (ekitaab) اور ویب سائٹ (https://www.urducouncil.nic.in/) پر آپ کے لیے بہت سی مفید کتابیں موجود ہیں۔ اسے آپ ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

BACHON KI DUNIYA Monthly, October 2020 Vol. 08, Issue: 10
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/09/2020
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

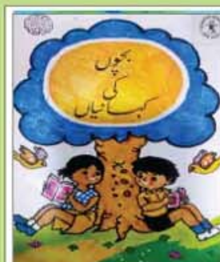

صفحات:112، قیمت:23 روپے

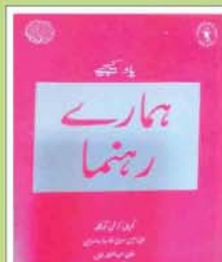

صفحات:106، قیمت:35 روپے

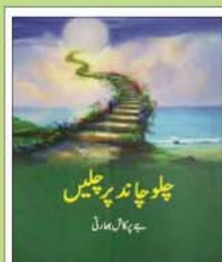

صفحات:48، قیمت:16 روپے

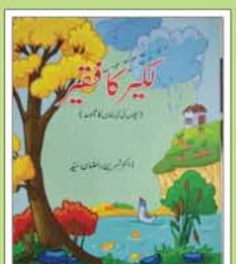

صفحات:82، قیمت:35 روپے

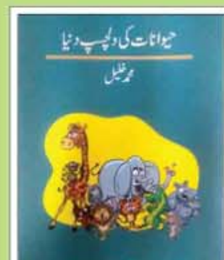

صفحات:83، قیمت:24 روپے

صفحات:61، قیمت:20 روپے

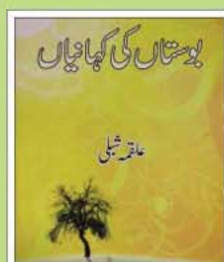

صفحات:97، قیمت:20 روپے

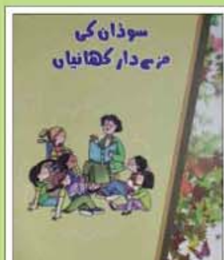

صفحات:61، قیمت:20 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.